امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 8 اکتوبر 2019ء بمطابق صفر المظفر 1441ھ شمارہ 8

بمباری اور وحشت پھیلانے سے امریکہ کو کیا حاصل ہو گا؟

شام سے امریکا کا انخلا اور کردوں پر ترکی کا حملہ

بین الاقوامی سطح پر امارت کے کامیاب سفارتی دورے

امریکی دھمکیاں اور جنگ کا میدان

فتوحات کا تیز سلسلہ

امارت اسلامیہ ایک حکومت ہے

عالمی استعمار کے اٹھارہ سال بعد

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عَنْ سَعْدٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ " : مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ آدَمَ رِضَاهُ بِمَا قَضَى اللَّهُ لَهُ، وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ آدَمَ، تَرْكُهُ اسْتِخَارَةَ اللَّهِ، وَمِنْ شَقَاوَةِ ابْنِ آدَمَ، سَخَطُهُ بِمَا قَضَى اللَّهُ لَهُ " (رواه احمد والترمذی)

سیدنا سعد رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کی نیک بختی اور خوش نصیبی میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے لئے جو فیصلہ ہو وہ اس پر راضی رہے اور آدمی کی بد بختی اور بد نصیبی میں سے یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے خیر اور بھلائی کا طالب نہ ہو اور اس کی بد نصیبی اور بد بختی یہ بھی ہے کہ وہ اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے ناخوش ہو۔

فرمان امیر المومنین شیخ الحدیث هبة الله اخندزاده حفظه الله

امارت اسلامیہ اپنے عوام کو اطمینان دلاتی ہے کہ وہ مکمل شرعی نظام کے مطابق تمام خواتین و مردوں کو ان کے تمام اسلامی، انسانی اور معاشرتی حقوق فراہم کرے گی۔ امارت اسلامیہ معیاری دینی و عصری تعلیم، تجارت، ترقی، آبادی اور تمام اجتماعی امور میں ترقی کے لیے سہولیات فراہم کرتی ہے۔ یہ افغانوں کا بنیادی حق اور معاشرے کی فلاح و کامیابی کے لیے ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ امارت اسلامیہ تمام مجاہدین کو خصوصی ہدایت دیتی ہے کہ عام المنفعت منصوبوں کی حفاظت اور ترقی پر خصوصی توجہ دیں۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد ۸/ اکتوبر ۲۰۱۹/ صفر ۱۴۴۱ / شمارہ ۷

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی

اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ 50 روپے

سالانہ 500 روپے

سالانہ زر تعاون

امریکا، آسٹریلیا، افریقا، یورپی ممالک: 40ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات: 30ڈالر

بنگلہ دیش: 28ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

'ماہنامہ شریعت' امارتِ اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے۔ یہ امارت اسلامیہ کے رسمی 'میڈیا و ثقافتی کمیشن' کی جانب سے شایع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری اسلام و کفر کی کشمکش، سیاسی و جہادی واقعات و حالات اور ستم رسیدہ مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے انسانیت سوز مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس دروں

جلال الدین حقانی نابغہ روزگار شخصیت	3
جعلی انتخابات اور افغان قوم	6
انتخابات کا فاتح کون؟	7
الیکشن سے قبل کے دو اندازے	8
سیگار اور وزارت دفاع کے ترجمان کے درمیان دلچسپ مکالمہ۔۔۔"	9
شام سے امریکا کا انخلا اور کردوں پر ترکی کا حملہ	11
اشرف غنی کو سزا دیں	15
بین الاقوامی سطح پر امارت کے کامیاب سفارتی دورے	17
عوام کی اکثریت کا فیصلہ	19
فتوحات کا تیز سلسلہ	21
امارت اسلامیہ ایک حکومت ہے	22
سعودی تیل تنصیبات پر حملہ	23
الیکشن کے نام پر امریکی سلیکشن	25
ٹرمپ کے نام	27
عالمی استعمار کے اٹھارہ سال بعد	28
ڈیموکریسی اور عوام کا فیصلہ	29
ویٹی کن کا اصل چہرہ	31
امن دشمن افغان حکومت	33
امریکی دھمکیاں اور جنگ کا میدان	34
امریکی فوج پر خدا کا قہر	35
ہندوستان کے مسلمانوں پر ٹوٹنے والی قیامت اور دنیا کی خاموشی	36
ہٹلر کا طعنہ	38
جنگ کے امیدوار الیکشن	39
افغانستان ستمبر 2019 میں	40
جنگی جرائم ستمبر 2019	42

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine1
Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine
Web: www.alemarahurdu.com
E-mail: shariatmagazine@yahoo.com
WhatsApp: 0093708638285

بمباری اور وحشت پھیلانے سے امریکہ کو کیا حاصل ہوگا؟

امریکی وزارت دفاع کا کہنا ہے کہ افغانستان میں موجود امریکی فوجیوں نے رواں برس کے صرف ماہ ستمبر میں افغانستان کے مختلف صوبوں میں ۱۱۱۳ ہوائی حملے کئے ہیں جو اوسطاً یومیہ 40 حملے بنتے ہیں۔

کابل کی وزارد دفاع نے سرزمین افغانستان پر ان امریکی حملوں کا خیر مقدم کیا ہے اور کہا ہے کہ امریکی فوجیوں کی جانب سے حملوں اور بمباریوں کی وجہ سے علاقہ سے دشمنوں کا خاتمہ ہوتا ہے اور طالبان کے قبضہ کئے ہوئے علاقوں کو واپس لینے میں آسانی ہو جاتی ہے۔

جھگڑالو ٹرمپ کا امریکی صدر بننا اور پھر افغانستان کے لئے نئی پالیسی کے اعلان کے بعد امریکی فوجیوں کی جانب سے وحشی بمباری اور زمینی حملوں میں ویسے بھی تیزی آگئی تھی لیکن ماضی قریب میں اور بالخصوص ٹرمپ کی ٹویٹ کے بعد سے امارت اسلامیہ اور امریکہ کے بیچ ہونے والے مذاکرات کی تعطیل کے بعد امریکی فوج اور کابل ادارے کے غلام مسلح افراد کی جانب سے افغانستان میں رات کی کارروائیوں اور بمباریوں میں جتنی تیزی آئی ہے اور اس کے نتیجے میں جس قدر عام شہری شہید اور جتنا مالی نقصان ہو رہا ہے اس کی مثال گزشتہ 18 برسوں میں نہیں ملتی۔

عام شہریوں کے اس قتل عام کے زیادہ تر واقعات جنہیں پوشیدہ نہیں رکھا جا سکتا تو مجبوراً ملکی اور غیر ملکی میڈیا پر ان کی خبریں نشر کی جاتی ہیں جس کی بدولت دنیا کو افغانستان میں روا رکھی جانے والی اس وحشت و سربریت کا پتہ چل جاتا ہے لیکن افسوسناک امر یہ ہے کہ پوری مہذب دنیا خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے اور اس وحشت کے بارے میں نہ عالمی دنیا کی جانب سے کوئی موقف سامنے آتا ہے اور نہ ہی عالمی ذمہ داراداروں کی جانب سے کوئی ری ایکشن دکھائی دیتا ہے۔

جی ہاں پوری دنیا خاموش ہے، صرف مظلوم افغان قوم ہے جو اس وحشت اور سربریت کے سامنے کھڑی ہے، کٹھ پتلی ادارے سے نفرت کا اظہار کرتی ہے، وحشی کارروائیوں اور واقعات کے بعد مظاہرے کرتی ہے اور امارت اسلامیہ کے ساتھ علی الاعلان اپنی ہمدردی اور تعاون کا اظہار کرتے ہیں۔

شہریوں کے ساتھ ساتھ ملکی چینلز میں کی جانے والی ٹاک شوز میں تمام غیر جانب دار تجزیہ نگار کابل ادارے پر پہلے سے زیادہ غصہ اور معترض ہیں، وہ واشگاف الفاظ میں کہہ رہے ہیں کہ ان تمام تر حملوں اور بمباریوں میں صرف عام شہری ہی نشانہ بنتے ہیں جن میں بوڑھے، بچے، خواتین، مدارس اور سکولز کے طالب علم اور اساتذہ شامل ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں لوگوں کے گھر، مدارس، سکولز، علاج کے مراکز اور مساجد پر بمباری کی جاتی ہے، انہیں جلا کر ختم کر دیا جاتا ہے۔

دوسری طرف امریکی اور کٹھ پتلی ادارے کے مقابلے میں امارت اسلامیہ کے مجاہدین کی جانب سے بھی غاصب قوتوں کے خلاف جد وجہد میں پہلے کی بنسبت تیزی آئی ہے، امارت اسلامیہ کو فوجی اور سیاسی دونوں میدانوں میں زیادہ کامیابیاں مل رہی ہیں جس کا اعتراف پوری دنیا کر رہی ہے۔ اگرچہ امریکہ اور کٹھ پتلی ادارہ امارت اسلامیہ کی ان کامیابیوں کو چھپانے کی پوری کوشش کر رہے ہیں لیکن ان کی یہ کوششیں بار آور ثابت نہیں ہو رہیں۔

امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے الفتح آپریشن کے اعلان کے بعد گزشتہ بہت کم عرصہ میں کئی اضلاع اور بڑے بڑے علاقے دشمن کے ناپاک وجود سے پاک کر لیئے ہیں، سیکڑوں عسکری مراکز پر قبضہ کر لیا ہے، روزانہ کی بنیاد پر دشمن کو خطیر جانی ومالی نقصانات پہنچا رہے ہیں، ذرائع ابلاغ میں شائع رپورٹس کے مطابق اکثر دنوں میں ہلاک شدگان کی تعداد 100 سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔

طالبان کی جانب سے حملوں میں تیزی کے نتیجے میں مزدور فوج بہت زیادہ جانی نقصان پہنچنے کی وجہ سے اب وہ طالبان کی ڈر سے اپنے مراکز چھوڑ کر راہ فرار اختیار کرتے ہیں اور طالبان جا کر ان پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ اسی طرح کابل نیشنل آرمی کی صفوں سے نوجوانوں کی فرار میں بھی حیران کن زیادتی دیکھنے میں آرہی ہے۔

سیگار نامی ادارہ جو کہ افغانستان میں امریکی کارروائیوں کا نگران ہے، اور ہر تین ماہ بعد افغانستان کی اندرونی حالات کی رپورٹ امریکہ بھیجتا ہے، اس ادارے کی طرف سے نشر ہونے والی تازہ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ افغانستان میں امریکی فوجیوں کی عسکری کارروائیوں میں تیزی اور زیادتی کے باوجود بھی طالبان کی جانب سے ہونے والے حملوں کے نتیجے میں پہنچنے والے نقصانات 49 فیصد زیادہ ہو گئے ہیں، کابل ادارہ اپنے نقصانات کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ دفاعی حالت میں کابل ادارے کے نقصانات میں 60 فیصد زیادتی ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گزشتہ تین مہینوں میں آرمی کی صفوں میں سے 18000 سے زیادہ فوجی بھاگ گئے ہیں، تین ماہ قبل آرمی میں شامل فوجیوں کی تعداد 162415 تھی جبکہ تین ماہ بعد اب یہ تعداد 143961 رہ گئی ہے۔ صرف تین مہینوں میں 18 ہزار سے زیادہ فوجیوں کی فرار کابل ادارے اور ان کی تربیت کنندہ امریکہ کے لئے بہت بڑے نقصان اور خطرے کی بات ہے۔

طالبان کی کامیاب پیش قدمی کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا بے جا نہیں ہوگا کہ مستقبل قریب میں یہ تعداد مزید بڑھ جائے گی۔ اور یہ کٹھ پتلی ادارہ اس فوج سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

چاہئے تو یہ تھا کہ کٹھ پتلی ادارہ اپنی شکست اور محکومی کا اعتراف کرتا اور بلا کسی شرط کے صلح ومذاکرات کے حوالہ سے طالبان کے موقف کی تائید کرتا لیکن اس نے اس کے برعکس اپنے احمقانہ موقف اور مذاکرات کی مخالفت کا اظہار کیا حالانکہ ان کا وہ آقا مذاکرات میں مصروف تھا جس کے بغیر یہ ادارہ ایک دن بھی باقی نہیں رہ سکتا۔

کابل ادارے کے حکمران ابھی بھی اپنے طول اقتدار کے خواب دیکھ رہے ہیں جس کے لئے جعلی انتخابات کا ڈرامہ بھی رچایا، جو کہ اس ادارے کی بڑی حماقت ہے۔ کابل ادارے کی ساکھ اب خاک میں مل چکی ہے اب ہزار کوششوں کے باوجود اپنے فوجیوں کے گرتے ہوئے مورال کو بلند نہیں کر سکے گا۔

جی ہاں! الفتح آپریشن کی صورت میں ان منظم اور کامیاب حملوں کا مقصد امریکہ اور اس کے کٹھ پتلیوں کو یہ پیغام دینا ہے کہ ٹرمپ کا مذاکرات سے فرار، حملوں اور بمباریوں میں تیزی، شہریوں پر ظلم وستم مجاہدین کی عسکری اور انتظامی کامیابوں کا راستہ نہیں روک سکتا۔

سیاسی اور فوجی تجزیہ نگاروں کے بقول: مذاکرات سے ٹرمپ کا فرار، اپنی جنگی حکمت عملی کی تقویت اور حالیہ وحشت کو دیکھتے ہوئے اب پوری افغان قوم یہ سمجھ چکی ہے کہ امریکہ افغانستان سمیت پورے خطے کے بارے میں اچھے عزائم نہیں رکھتا۔ بلکہ وہ یہاں لمبے عرصے تک لڑائی جھگڑے اور قتل وغارت کا بازار گرم رکھنا چاہتا ہے۔ اس کے لئے مختلف منصوبے اور پلان بنا رہا ہے۔

بلاشک ان ناعاقبت اندیش اقدامات کے نتیجے میں امریکہ ضرور اس قوم کی جانب سے خطرناک رد عمل کا سامنے کرے گا۔

ہمیں یقین ہے اور دنیا بھی دیکھ لے گی کہ امریکہ کی اس وحشت ناک طرز عمل کا حشر ناکامی ونامرادی کے سوا کچھ بھی نہ ہوگا۔ اور امریکہ کبھی بھی بمباریوں اور وحشت پھیلانے کے ذریعے کامیابی حاصل نہیں کر سکے گا بلکہ پہلے سے زیادہ ذلت ورسوائی کا شکار ہوگا اور اپنے ساتھ اپنے اتحادیوں کو بھی لے ڈوبے گا۔

جلال الدین حقانی نابغہ روزگار شخصیت

عبدالرحیم ثاقب

افغانستان مردم خیز سرزمین ہے جہاں تاریخ کے مختلف ادوار میں اہم شخصیات گزری ہیں، یہاں تاریخ کے ہر دور میں ایک نمایاں شخصیت ابھری ہے جنہوں نے تاریخی کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے، بہادرانہ کارنامے انجام دیئے ہیں اور ان کے ذریعے تاریخ میں اپنا مقام حاصل کیا ہے۔ افغانستان کی تاریخ علمی، ادبی اور جہادی شخصیات سے بھری پڑی ہے۔

افغان شخصیات اور ہیروز کا ایک سلسلہ موجودہ افغانستان، کل کے خراسان اور ہزاروں سال قبل آریانا سے شروع ہوا اور آج بھی جاری ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ و السلام کے بعد دین کی ترویج اور پھیلاؤ کے لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو افغان رہنماوں کے کارناموں کو بلاشبہ اہم مقام حاصل ہے اور انہوں نے ہر دور میں اسلام کی دفاع اور ترویج کے لئے کلیدی کردار ادا کیا ہے۔

افغانستان کو اسلام کا مقدس پیغام پہنچنے کے بعد یہاں اسلام کے بہادر سپاہیوں اور علمی شخصیات کا سلسلہ جلیل القدر صحابی حضرت سفینہ مولی رسول اللہ ﷺ سے شروع ہوا اور پھر امام الشام فی الحدیث مکحول شامی، ابوداود السجستانی، ابن حبان البستی، سلطان محمود غزنوی، شہاب الدین غوری، میر وائس خان اور احمد شاہ ابدالی تک پہنچا ہے۔

الحاج مولوی جلال الدین (حقانی) رحمہ اللہ افغانستان کی علمی اور جہادی شخصیات کے سلسلے کی آخری کڑی ہے جنہوں نے اپنے تاریخی، علمی اور جہادی کارناموں کی بدولت افغان تاریخ میں ایک خاص مقام حاصل کیا ہے۔ آج اس تاریخی شخصیت کے انتقال کی پہلی برسی ہے۔ ہم اس مناسبت سے اس عظیم شخصیت کے جہادی، علمی اور جہادی کارناموں کی مختصر سی تفصیل قارئین کی خدمت میں پیش کریں گے۔

جہادی رہنما:

مولوی جلال الدین حقانی رحمہ اللہ ان چند افراد میں سے ایک ہیں جنہوں نے انحطاط پذیر اسلامی معاشرے کے جہادی جذبے کو فروغ دینے میں نمایاں کردار ادا کیا، نئی نسل میں جذبہ جہاد پیدا کرکے اس کو اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے تیار کیا۔

ایسی شخصیات کو ان کے جہادی کارناموں اور اقدامات کی وجہ سے امت میں ایک خاص مقام اور اہمیت حاصل ہے، کیونکہ وہ اسلامی معاشرے کے ہیروز ہیں جو اپنی جہادی سرگرمیوں اور خدمات کی وجہ سے تمام مسلمانوں کے لئے قابل فخر ہیں۔

ایسی شخصیات تاریخ کے مختلف مراحل میں اب تک موجود ہیں جنہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے لئے جو تاریخی کردار ادا کیا ہے، ان پر امت مسلمہ کو رہتی دنیا تک فخر کرتی رہے گی۔ ان کی ناقابل فراموش خدمات امت مسلمہ کے لئے مشعل راہ ہیں۔ مثلا مجتہدین نے علم، فقاہت، استنباط اور استخراج کے مسائل میں فعال اجتہادی کردار ادا کیا ہے۔

مفسرین نے قرآن پاک کی تفسیر کے لئے جدوجہد کی ہے اور مسلمانوں کو اللہ کی کتاب کی تفہیم اور تشریح میں گران قدر خدمات انجام دی ہیں۔ محدثین نے حضور ﷺ کی احادیث مبارکہ کو ترتیب دینے، تخریج اور ان کے علمی قواعد کو ایجاد کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے جس کی وجہ سے ہم اصلی اور موضوعی احادیث نیز صحیح اور ضعیف حدیث میں فرق کرسکتے ہیں۔

اسی طرح نحوی اور صرفی علماء کرام، اہل فصاحت و بلاغت، ادب، طب، اقتصادیات اور سیاست کے فضلاء نے اپنے اپنے دور میں امت کے لئے کردار ادا کیا ہے۔

ایک تاریخی شخصیت:

مرحوم جلال الدین حقانی علم، جہاد اور دعوت کے میدان میں ان منٹ نقوش چھوڑ کر گئے انہوں نے اپنے خلوص اور دیانت کے ساتھ ارتقا کی جو منازل طے کیں وہ تاریخ کا ایک روشن باب ہے، اگرچہ وہ ایک سنجیدہ عالم، ماہر سیاستدان اور اچھے مبلغ تھے لیکن جہاد کے میدان میں ان کی ناقابل فراموش خدمات اور دو سپر پاوروں کے خلاف علم جہاد بلند کرنا ان کے قابل فخر کارنامے ہیں۔

خود حقانی کا یہ قول بہت مشہور ہے: "میں نے جہاد اور حملہ آوروں کے خلاف مزاحمت میں جتنی خوشی محسوس کی ہے، شاید بیت اللہ کے طواف میں محسوس نہیں کیا

ہوگا"۔

وہ واحد جہادی رہنما ہیں جنہوں نے اپنے خاندان کے اکثر افراد، بیٹے، بھائی، بھتیجے اور دوسرے قریبی رشتہ داروں کی قربانیاں دی ہیں۔ ایک ایسے رہنما جنہوں نے نہ بیت المال سے عیش و عشرت کے لئے فائدہ اٹھایا اور نہ ہی ذاتی مفادات کو کبھی ترجیح دی۔

شخصیت سازی کی تربیت گاہ:

اگر حقانی کی شخصیت پر غور کیا جائے تو یہ بات سمجھ میں آئے گی کہ "حقانی" صاحب صرف ایک شخص کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک نظریے اور تحریک کا نام ہے اور وہ ایک جہادی مدرسے کا نام ہے جس سے بہت سارے لوگ فیض یاب ہوئے، وہ ایک جہادی چشمے کا نام ہے جس سے بہت سارے لوگ سیر اب ہوئے، ان کے نظریے سے الہام لینے والے مجاہدین نے سوویت یونین کے خلاف بھی جہاد کا علم بلند کیا تھا اور آج بھی قابض افواج کے خلاف بر سر پیکار ہیں۔

حقانی صاحب جہاد اور قربانیوں کے قافلے کے سر خیل تھے جنہوں نے مشکل حالات میں نہ صرف نوجوانوں کی صحیح تربیت کا فریضہ انجام دیا بلکہ خود بھی اس مشکل راستے پر چلتے ہوئے سر خرو ہوئے اور اپنی منزل مقصود تک پہنچ گئے۔ حقانی صاحب جہادی حقانیت کا حقیقی مظہر، مزاحمت کا مینار، صبر و استقامت کا بے مثل نمونہ ہے۔

مولوی جلال الدین حقانی جہادی کارناموں کی بدولت امت مسلمہ کے دلوں میں اپنا مقام بنا چکے ہیں وہ امت مسلمہ کے اسلاف صلاح الدین ایوبی اور سلطان نور الدین زنگی کے بعد ایک قائد کی حیثیت سے ابھرے ہیں، جن کی جہادی سر گرمیوں کے اثرات افغانستان کی جغرافیائی حدود سے نکل کر دوسری اسلامی دنیا تک پھیلے ہوئے ہیں۔

عصر حاضر کے جہادی مجدد:

عصر حاضر میں بلاشبہ حقانی صاحب کو ایک جہادی مجدد سمجھا جاتا ہے کیونکہ ماضی میں امت مسلمہ کے سابقہ جہادی رہنماوں نے مختلف علاقوں اور ممالک کو فتح کیا تھا تو عصر حاضر کے حالات اور امکانات کے مطابق حقانی صاحب نے حملہ آوروں کے خلاف جس انداز سے جہادی تحریک کو پروان چڑھایا اور بہترین حکمت عملی کے تحت اپنا ہدف حاصل کیا وہ بھی تاریخ کا ایک حصہ بن چکا ہے۔

تین جہادی مراحل کی فتح:

حقانی صاحب واحد جہادی رہنما ہیں جنہوں نے اپنی جہادی زندگی میں نظریہ الحاد کے خلاف جدوجہد کا مرحلہ، سوویت حملہ آوروں کے خلاف مسلح جہاد کا مرحلہ اور موجودہ صلیبی حملہ آوروں کے خلاف جہادی مزاحمت کا مرحلہ احسن طریقے سے انجام دیکر تینوں مرحلوں کو کامیابی کے ساتھ طے کیا، میں اس موقع پر حقانی صاحب کی جہادی زندگی کے اہم کارناموں کے بارے میں کچھ گزارشات قارئین کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

تقویٰ اور دیانت:

تقویٰ حقانی صاحب کی زندگی کی غیر متزلزل خصوصیت تھی، ریاکاری پر مبنی تقوی نہیں بلکہ عملی تقوی جس میں ان کی زندگی کے تمام پہلوؤں، جہاد، سیاست، معاملات اور ہر چیز کا احاطہ کیا گیا تھا۔ کچھ لوگ تقویٰ کو صرف عبادت تک ہی محدود سمجھتے ہیں اور جو لوگ نماز اور روزہ میں زوائد کے لئے خصوصی اہتمام کرتے ہیں انہیں متقی سمجھتے ہیں حالانکہ وہ دنیا کے معاملات میں تقوی کا خاص خیال نہیں رکھتے لیکن حقانی صاحب زندگی کے تمام شعبوں اور معاملات میں تقوی کا خیال رکھتے ہیں اسی وجہ سے تمام امور میں انہیں اللہ تعالی کی مدد حاصل تھی کیوں کہ اللہ تعالی نے اپنے نیک بندوں سے یہ وعدہ کرتا ہے: إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ (۱۲۸النحل)

ثابت قدمی اور استحکام:

اپنے موقف اور اصول پر ثابت قدم رہنما حقانی صاحب کی زندگی کا ایک اور اہم پہلو تھا، حقانی صاحب نے الحاد اور حملہ آوروں کے خلاف جس دن جہاد شروع کیا وہ مرتے دم تک اس موقف پر قائم رہے، دشمن کی طاقت نے ان کا موقف تبدیل کیا اور نہ ہی وہ ہوس اقتدار کی وجہ سے اپنے اصولی موقف سے دستبردار ہوئے، اپنے موقف پر ثابت قدم رہنا اللہ تعالی کے مقبول بندوں کی خصوصیت ہے، ارشاد باری تعالی ہے کہ : يُثَبِّتُ اللّهُ الَّذِينَ آمَنُواْ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللّهُ الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ اللّهُ مَا يَشَاء۔ سورۃ ابراھیم۔

قربانی اور فداکاری:

قربانی دینا ہر مجاہد کے ساتھ لازمی امر ہے لیکن حقانی صاحب کو ایک خاص مہارت حاصل ہے، تخصص کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو بھی پیش کیا

تھا، اپنی اولاد، بھائیوں، بھتیجوں اور رشتہ داروں کو بھی اللہ کی راہ میں قربانی کے لئے پیش کیا تھا، حاجی ابراہیم حقانی کے مطابق، حقانی خاندان کے شہدا کی کل تعداد تقریبا 70 تک پہنچی ہے، اسی طرح زخمیوں اور قیدیوں کی تعداد بھی زیادہ ہے۔

شجاعت اور شہامت:

جہاد بنیادی طور پر شہامت اور غیرت کا مدرسہ ہے لیکن حقانی صاحب نے اس مدرسہ میں ممتاز نمبروں سے امتحان پاس کیا تھا۔ اگرچہ پچھلے جہاد کے زمانے سے ہی حقانی صاحب اور ان کے بھائیوں اور بیٹوں کو بار بار دشمن کی جانب سے نشانہ بنایا جاتا رہا ہے لیکن وہ اتنے دلیر تھے کہ کبھی بھی راہ حق سے دستبردار ہوئے اور نہ ہی جہاد کی صف سے الگ ہوئے، وہ کبھی بھی دشمن کی دھمکیوں کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالتے تھے۔

اگر جہاد کے الزام میں امریکہ کو مطلوب افراد کی فہرست کو دیکھا جائے تو شاید کوئی دوسرا خاندان ایسا نہیں ملے گا جس کے خاندان کے تمام افراد امریکہ کو مطلوب ہو، اس فہرست میں حقانی صاحب کے خاندان کے تمام افراد کے نام اس فہرست میں شامل ہیں جن میں سے ہر ایک پر لاکھوں ڈالر کے انعامات مقرر کئے گئے ہیں۔

یہ ایک حقیقی مجاہد کی ایک خاص صفت ہے جس سے کفری قوتیں خوف زدہ ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: وَلاَ يَطَؤُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلاَ يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلاً إِلاَّ كُتِبَ لَهُم بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ اللّهَ لاَ يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ) التوبة ۱۲۰

جامع شخصیت:

جامعیت حقانی صاحب کی ایک اور خصوصیت ہے، حقانی صاحب جتنا فوجی اور عسکری امور کا ماہر تھا، اتنا سیاست اور انتظامیہ کے امور سے بھی واقف تھا، وہ ایک طرف سینئر سیاستدان تھے تو اس کے ساتھ ایک جید عالم دین بھی تھے، اگر وہ سیاست اور حکومت کے لحاظ سے کمال کے آدمی تھے تو وہ سماجی، معاشرتی، جرگوں اور قبائلی امور کی نبض بھی جانتے تھے۔ لہذا علمی، سیاسی، فوجی اور سماجی امور میں مہارت رکھنے والے حقانی صاحب جیسی ہمہ جہت شخصیت افغانستان اور خطے کی سطح پر اب تک نہیں ملی ہے۔

ماحول پر اثرات:

اسلامی جماعتوں کی تباہی و بربادی کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ان جماعتوں کے قائدین اور حامی اپنے موقف اور مشن سے انحراف کرتے ہیں، یہ انحراف کبھی فکری انداز میں اور کبھی دباؤ کی وجہ سے اور اور کبھی مادی مفادات کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔

اس وقت ہم امریکیوں کے ساتھ شانہ بشانہ بہت سارے ایسے لوگوں کو دیکھتے ہیں جو ایک مکمل جہادی ماحول میں تربیت یافتہ ہیں، اسلامی مدارس اور یونیورسٹیوں سے فارغ التحصیل ہیں اور اسلامی جماعتوں میں بہت قربانیاں دے چکے ہیں لیکن افسوس ناک امر یہ ہے کہ اب وہ عملی طور پر ایک ایسے نظام کے ساتھ کھڑے ہیں جو ان کے اصل موقف اور سوچ کے مخالف ہیں۔

جی ہاں! اب وہ اپنے اصل راستے سے انحراف کے لئے صلیبی لشکر کی صف میں کھڑے ہیں اور دشمن کے مفادات کے لئے کردار ادا کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان افراد کے قائدین اپنے ماحول پر اثر انداز نہیں ہو سکے جس کے باعث وہ راہ حق سے بھٹک گئے اور آج دشمن کی صف میں کھڑے ہیں۔

حقانی صاحب بے پناہ جہادی مصروفیات کے باوجود اس اہم نکتے کی طرف پوری طرح متوجہ تھے کہ اپنے خاندان اور اپنے زیر کنٹرول افراد کو اسلامی ماحول میں تربیت دیں، اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے خاندان کے تمام افراد پوری مستقل مزاجی اور استقامت کے ساتھ راہ حق پر چل رہے ہیں اور اپنے اکابرین اور اسلاف کے مشن پر کاربند ہیں

لہذا ہم دیکھتے ہیں کہ فتنوں اور آفات کے اس دور میں حقانی صاحب کے خاندان اور دوستوں میں کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا ہے جس نے جہادی اور فکری نظریہ سے انحراف کیا ہو بلکہ ان کے خاندان تمام افراد اور دوست احباب تقویٰ، استحکام، ہمت، شجاعت اور اخلاص میں ایک دوسرے سے سبقت لینے کی کوشش کرتے ہیں اور سب اپنے پیش رو کے نقش قدم پر ثابت قدمی کے ساتھ گامزن ہیں۔ والحمد للہ علی ذالک

ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء..

این سعادت بہ زور بازو نیست
تا نہ بخشد خدای بخشندہ

جعلی انتخابات اور افغان قوم

شہید زوی

افغانستان پر امریکی حملے کے نتیجے میں مسلط کی گئی جمہوریت کی حقیقت بہت جلد افغان قوم پر آشکار ہو گئی ہے۔ یہ جمہوریت مغرب کا ایک سازشی نعرہ ہے۔ جس کے ذریعے وہ لوگوں کو بے وقوف بنا رہا ہے۔ افغانستان جیسے مقبوضہ ملک میں الیکشن کے ذریعے جمہوری حکومت کا قیام صرف ایک خواب ہے۔ مغربی قوتیں اسی جمہوری نعرے کے ذریعے اپنے استعماری اہداف تک پہنچنے کے لیے ہر چار یا پانچ سال بعد انتخابات کے نام پر جعلی ڈرامہ رچاتی ہیں۔ جس میں اپنی مرضی کے کٹھ پتلیوں کو کامیاب کرایا جاتا ہے، جو ان کے حکم کو بلاچوں و چرا تسلیم کرتے ہوں۔ جب کسی غلام حکمران کے باوجود ان کے اہداف پورے نہیں ہو رہے ہوتے تو پھر یہ اپنے اس غلام کو بہت زیادہ بدنام کرتے ہیں۔ اس سے اقتدار چھین لیتے ہیں۔ پھر اسے ٹھکانے لگا دیا جاتا ہے۔ اس کی جگہ ایسے شخص کا انتخاب کیا جاتا ہے، جو پہلے کی نسبت زیادہ وفادار ہو۔

یہی وجہ ہے آج جمہوری طرز حکومت اور انتخابات نے اپنی بین الاقوامی مقبولیت کھو دی ہے۔ اس کی سیاسی اور قانونی حیثیت پر ہمیشہ سوالات اٹھائے جاتے ہیں۔ ہر ملک کے باخبر افراد اسے مغربی قوتوں کی ایک خطرناک سازشی جال سمجھتے ہیں۔ جس کے ذریعے وہ آزاد ریاستوں اور حکومتوں کو غلام بنا کر ان کی معاشی، ثقافتی اور مذہبی آزادی سلب کر لیتی ہیں۔ اپنے دین، وطن اور ثقافت سے بے پناہ محبت کرنے والی افغان قوم مغربی تہذیب سے نفرت کرتی ہے۔ افغان قوم دشمن کی ان سازشوں اور مذموم اہداف کی زیادہ جانکاری رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انتخابی ڈرامے میں واضح اکثریت نے بائیکاٹ کرتے ہوئے انتخابات میں حصہ نہیں لیا۔ مغربی قوتوں کے آلہ کار سیاست دان اور دجالی میڈیا کی اکثریت اسے کامیاب انتخابات باور کرا رہی ہے۔

نام نہاد صدارتی امیدواروں کے درمیان مقابلہ جاری تھا تو ہر ایک کی نظریں اپنے آقا کی طرف تھیں۔ امریکا نے امیدواروں میں سے صرف اشرف غنی، عبداللہ اور گل بدین کو سرفہرست رکھا۔ مقابلہ ان تینوں کے درمیان رہا۔ اس لیے باقی ماندہ امیدواروں کے دھاندلی اور سلیکشن کے الزامات کو ہوا میں اڑا دیا گیا۔ افغان قوم جانتی تھی کہ 28 ستمبر کے انتخابات امریکا کا وہ پلان ہے، جس کے ذریعے کابل کا صدارتی محل وقت کے شاہ شجاع سے بھی بدتر اشرف غنی اور عبداللہ جیسے غلاموں کے سپرد کیا جائے گا۔ انہوں نے گزشتہ پانچ سال میں اسلام، وطن اور افغان قوم کی تاریخی قربانیوں کی عظمت کو غیروں کے ہاتھ بیچ ڈالا ہے۔ اشرف غنی نے اقتدار ملتے ہی امریکا کے افغانستان میں دائمی قیام کے معاہدے پر دستخط کیے۔ جس سے افغان قوم کی تاریخ اور آزادی سلب کر لی گئی۔ امارت اسلامیہ سمیت پوری قوم نے اس معاہدے کو مسترد کرتے ہوئے اس کے خلاف آواز اٹھائی۔

امریکا سمیت دوسرے یورپی ممالک افغانستان میں انتخابات کو قانونی باور کراتے رہے۔ ان کے مطابق 20 سے 25 فیصد افراد نے حق رائے استعمال کیا۔ حالانکہ انتخابات میں حصہ لینے والے 10 فیصد تک بھی نہیں پہنچتے۔ آزاد ذرائع نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ یہ دنیا کے واحد انتخابات ہیں، جن میں سب سے کم لوگوں نے حصہ لیا۔ ان انتخابات کے نتائج کس طرح عوام قبول کریں، جن میں لوگوں کی واضح اکثریت نے حصہ نہ لیا ہو۔ اسی طرح انتخابات کے دو سرفہرست امیدوار اشرف غنی اور ڈاکٹر عبداللہ ایک دوسرے پر دھاندلی کے الزامات لگا رہے ہیں۔ وہ انتخابات کی شفافیت کو تسلیم کرتے ہیں اور نہ دنیا کے سامنے انتخابات کی شفافیت ثابت کر سکتے ہیں۔ انتخابات کو عوام اور امارت اسلامیہ نے مسترد کر دیا ہے۔ افغان قوم کی فکری ترجمانی صرف امارت اسلامیہ کر رہی ہے۔ پوری قوم کی امیدیں ایک پرامن اور اسلامی نظام کے قیام کے لیے اس سے وابستہ ہیں۔

ہم نے شروع ہی سے اس قسم کے جعلی انتخابات کو اسلامی اور افغانی اقدار کے خلاف قرار دیا تھا۔ اب بھی کہتے ہیں کہ جس طرح یہ انتخابات تھے، اسی طرح اس کے نتائج بھی جعلی ہوں گے۔ اس کے نتیجے میں قائم ہونے والا ادارہ بھی کوئی قانونی حیثیت نہیں رکھتا۔ وہ افغان قوم کے لیے ناقابلِ قبول ہوگا۔ اس مرتبہ بھی امریکی حکم پر دو یا تین حکمران مسلط کیے جائیں گے۔ جن میں آخر تک اختیارات کی جنگ ہوگی۔ اس طرح امریکا گزشتہ کی نسبت بہت آسانی سے اپنے اہداف تک پہنچ سکتا ہے۔ اس مرتبہ سلیکٹ ہونے والے افراد ماضی کی نسبت زیادہ وحشی اور اپنی قوم کے قاتل ہوں گے۔ ہماری پوری مہذب دنیا سے درخواست ہے کہ افغان قوم کی رائے کا احترام کرتے ہوئے امریکا کے ہاتھوں تشکیل پانے والے اداروں کو افغان قوم کا نمائندہ نہ سمجھا جائے۔

انتخابات کا فاتح کون؟

شاہد غزنیوال

ستمبر کے آواخر میں انتخابات کے نام پر امریکی منصوبہ کابل سمیت دوسروں صوبوں میں امریکی طیاروں کے سائے تلے منعقد ہوا تھا۔ اشرف غنی کے سوا تمام صدارتی امیدواروں نے انتخابات میں عوام کی شرکت ناکافی اور انتخابات میں بھرپور دھاندلی کی نشاندہی کی ہے۔ اشرف غنی نے انتخابات کے بعد کچھ ایسے انداز میں میڈیا کے سامنے عوام، سکیورٹی فورسز اور میڈیا نمائندوں کا شکریہ ادا کیا، جیسے یہ انتخابات بالکل امن کی فضا اور غیروں مداخلت کے بغیر پایہ تکمیل تک پہنچے ہوں۔ سوال یہ ہے کہ ان نام نہاد انتخابات میں کامیابی کس امیدوار کی ہو گی؟ جواب واضح ہے کہ ان انتخابات میں کامیابی اس امیدوار کی نہیں، جس کے حق میں زیادہ ووٹ پڑے ہوں۔ کامیابی اس امیدوار کی ہو گی، جس کی الیکشن مہم پر امریکا نے لاکھوں ڈالر لگائے ہیں۔

نام نہاد الیکشن کمیشن نے اعلان کیا کہ انتخابات کے نتائج کا اعلان ان کی جانب سے ترتیب دیے گئے کیلنڈر کے مطابق تین ہفتے بعد کیا جائے گا۔ تادم تحریر پانچ ہفتوں سے زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود اعلان نہیں کیا گیا۔ بین الاقوامی تجزیہ کاروں، انتخابی امیدواروں اور میڈیا سب نے تسلیم کیا ہے کہ انتخابات میں لوگوں کی شرکت نہ ہونے کے برابر تھی۔ جس کی ایک وجہ انتخابات پر لوگوں کا عدم اعتماد تھا۔ دوسری جانب طالبان نے بھی لوگوں سے اپیل کی تھی کہ ان انتخابات میں حصہ نہ لیں۔ انتخابات کے روز طالبان نے کئی علاقوں میں سڑکوں کو لوگوں کی آمد و رفت کے لیے بند کر دیا تھا۔ موبائل نیٹ ورک رات تک غیر فعال تھے۔ دوسری جانب صوبہ بامیان کا مرکز مکمل طور پر کٹھ پتلی حکومت کے کنٹرول میں ہے۔ یہاں کے عوام بھی نسبتا حکومت کے زیادہ حامی ہیں۔ اس کے باوجود یہاں بھی ٹرن آؤٹ بہت ہی کم رہا۔

انتخابات سے قبل الیکشن کمیشن نے اعلان کیا تھا کہ انتخابات کے لیے 9 ملین افراد نے رجسٹریشن کروائی ہے۔ انتخابی امیدواروں، میڈیا کے نمائندوں اور عینی شاہدین کے مطابق انتخابات میں حصہ لینے والے افراد کی تعداد ایک ملین سے زائد نہ تھی۔ انتخابات کے نام پر یہ سازش امریکی شرارت کی ایک اور کڑی ہے، جو وہ کئی عشروں سے افغان عوام کے خلاف کرتے آ رہے ہیں۔ اس سازش کے ذریعے بھی اس کا ہدف کئی افغان شہریوں کا خون بہانا تھا۔ امریکا کا خیال تھا کہ ایک بار پھر کچھ ورغلائے گئے افراد انتخابی مہم کا حصہ ہیں، انہیں طالبان نے اپنی ہٹ لسٹ پر رکھا ہوا ہے۔ ان پر حملے کی صورت میں یقینا انتخابات کے لیے آنے والے افراد بھی نشانہ بنیں گے۔

دوسرا ہدف یہ تھا کہ اس سازش کے ذریعے افغانوں کے درمیان اختلافات اور پھوٹ ڈالے۔ اس بار بھی کسی ایک امیدوار کے ووٹرز دوسرے امیدوار کے ووٹرز کے ساتھ دست و گریبان ہوں۔ الحمدللہ! افغان قوم نے اسلامی بصیرت کے تحت امریکا کے اس منصوبے پر پانی پھیر دیا۔ اس میں شرکت نہ کر کے اسے عملی طور پر ناکام بنا دیا۔ عوام نے الیکشن میں شرکت نہ کر کے دو امریکی دو اہداف کو ناکام بنا دیا۔ امریکا اس سازش کے ذریعے یہاں قیام کی مدت کو مزید طول دینا چاہتا ہے۔ جس کا ایک ذریعہ یہی تھا کہ وہ اپنے کٹھ پتلیوں کی ایک نئی حکومت بنائے اور انہیں اپنے مفادات کے تحفظ کے استعمال کرے۔ دوسرا ہدف اندرونی اختلافات کی فضا پیدا کرنا تھی۔ جس طرح گزشتہ انتخابات میں ڈاکٹر عبداللہ اور اشرف غنی کے درمیان اختلافات کی وجہ سے انتخابی نتائج کا اعلان چھ ماہ تک نہ ہو سکا۔ بالآخر تب کے امریکی وزیر خارجہ جان کیری نے دونوں کی صلح کروائی اور افغانستان کی حکومتی تاریخ میں صدر کے ساتھ ایک اور منصب 'چیف ایگزیکٹیو' کا اضافہ کرتے ہوئے اسے ڈاکٹر عبداللہ کے سپرد کر دیا۔ اس طرح ان کے درمیان گویا اختیارات کی تقسیم کی گئی۔ اختلافات اس کے باوجود بھی کم نہ ہو سکے۔ انہی اختلافات کی وجہ سے آخر تک نہ حکومتی کابینہ بنی اور نہ دونوں رہنماؤں کے درمیان اختلافات کی سطح کم ہوئی۔ اس مرتبہ بھی مذکورہ انتخابات افغان عوام کی مصلحت اور مفاد کی خاطر نہیں ہوئے۔ امریکی مفادات کے تحفظ کے لیے وہی افراد انتخاب کیے جائیں گے، جو افغانستان میں اس کی مداخلت کو جواز کی سند اور اس کی ہر ہاں میں ہاں ملانے میں ماہر ہو۔

الیکشن سے قبل کے دو اندازے

موسیٰ فرہاد

امریکی جارحیت کے سائے میں چوتھی بار صدارتی انتخابات ہو چکے ہیں۔ یہ سلسلہ ایسے وقت میں شروع ہوا، جب دو صدارتی امیدواروں کی جانب سے لاکھوں ڈالر کی رقم سرکاری خزانے سے ذاتی الیکشن مہم اور دھاندلی کے لیے استعمال ہو چکی ہے۔ الیکشن سے قبل نہ صرف ماہرین، بلکہ اکثر افغان عوام کا مطالبہ تھا کہ اِس وقت ملک کو امن کی ضرورت ہے۔ امن کے لیے کام ہونا چاہیے۔ انتخابات کو ترجیح دینے کا مطلب مذاکرات کو سبوتاژ کرنا ہے۔ صرف وہ لوگ الیکشن کے حامی ہیں، جن کو اپنے مفادات اور مصنوعی سیاسی زندگی کی بقا افغان عوام کے خون میں نظر آتی ہے۔ اسی لیے اندازہ یہ تھا کہ عوام اس جعلی پروسس میں شریک ہوں گے اور نہ ہی مشترکہ فوج اس الیکشن کو سکیورٹی دینے میں کامیاب ہو گی۔ دوسری جانب یہ دونوں احتمال طالبان کی جانب سے قابل اعتماد طریقے سے عوام کو بتا دیے گئے۔ الیکشن کے حامی کابل انتظامیہ اور اس کے بیرونی حامیوں کو خبردار کیا گیا کہ تمہاری سوچ زمینی حقائق کے خلاف ہے۔ طالبان نے عوام کو آگاہ کیا کہ انتخابات کے نام پر اس جعلی پروسس کا بائیکاٹ کریں۔ خود کو خطروں میں نہ ڈالیں۔ بیرونی قوتوں کے اس نمائشی عمل میں شریک ہو کر اسے زندگی نہ دیں۔

اگرچہ افغانستان میں مقیم بیرونی قوتوں اور کابل انتظامیہ کے عسکری حکام یہ اعلان کرتے رہے کہ انہوں نے الیکشن کی حفاظت کے لیے لاکھوں فوجی تعینات کر دیے ہیں۔ تاکہ اینٹی سکیورٹی واقعات کی روک تھام ہو سکے۔ مگر الیکشن کے بعد الیکشن کے حامیوں کے تمام تر اندازے غلط ثابت ہو گئے۔ الیکشن میں عوام کی عدم شرکت اب پوری دنیا کو معلوم ہو چکی ہے۔ ہر کسی کو یقین ہے کہ عوام نے الیکشن کا بائیکاٹ کر دیا ہے۔ الیکشن کمیشن کی جانب سے شائع ہونے والے اعداد و شمار سے واضح ہوتا ہے کہ الیکشن کے تین دن بعد بھی کچھ علاقوں میں بیلٹ بکس میں ووٹ گنے گئے۔ بجائے خود یہ ایک غیر قانونی عمل ہے۔ تمام ووٹوں کی گنتی اسی دن ہونی چاہیے تھی، اس کے باوجود اب کہیں جا کر پورے ملک میں استعمال ہونے والے ووٹوں کی تعداد دو ملین تک پہنچی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ افغانستان کے ساڑھے تین کروڑ افراد میں سے صرف بیس لاکھ افراد نے ووٹ کاسٹ کیے۔ وہ بھی ظاہر ہے، سرکاری ملازمین یا ان کے خاندان کے افراد نے کاسٹ کیے ہوں گے۔ ساڑھے تین کروڑ افراد میں سے بیس لاکھ افراد کا باہر آنا یہ ثابت کرتا ہے کہ اس الیکشن کا 99 فیصد بائیکاٹ کیا گیا تھا۔ اس طرح یہ سلسلہ غیر قانونی قرار پایا۔ اب تقریباً پوری دنیا اس کا اعتراف کر رہی ہے۔ دوسرا اندازہ یہ لگایا جا رہا تھا کہ ملک کی سیکورٹی صورت حال بیرونی قوتوں اور ان کے داخلی کٹھ پتلیوں کے سنبھالنے کے بس میں نہیں ہے۔ کابل فوج کا دعویٰ تھا کہ اس نے کئی ملیم ڈالر کی لاگت سے ملک بھر میں 80 ہزار سے زائد فوجی الرٹ پوزیشن میں کھڑے کر دیے ہیں۔ تاکہ طالبان کے حملوں کا دفاع کیا جا سکے۔ الیکشن سے ایک دن قبل، الیکشن کے دن اور اس کے ایک دن بعد یعنی تین دن تک بڑی تعداد میں حملے ہوتے رہے۔ طالبان کے دیے ہوئے اعداد و شمار کے مطابق 500 سے زیادہ حملے کیے گئے، جن میں سیکڑوں افغان فوجی ہلاک ہو گئے۔

پہلے تو جن صوبوں میں الیکشن مراکز تھے، وہاں حملے ہوئے ہیں۔ جس کی میڈیا نے بھی تصدیق کی ہے۔ ہونے والے نقصانات کی بھی تصدیق کی ہے۔ طالبان کے بقول 500 سے زائد حملوں میں لگ بھگ 400 فوجی ہلاک ہو چکے ہیں۔ جس کی آدھی تعداد کی سوشل میڈیا پر عوام نے بھی تصدیق کی ہے۔ آزاد صحافیوں نے اسے درست قرار دیا۔ تیسری اہم چیز الیکشن کے روز 5 اضلاع کا سقوط ہے۔ صوبہ تخار میں ضلع چاہ آب، خواجہ غار، اور بہارک۔ صوبہ فاریاب میں ضلع قرمقل۔ صوبہ جوزجان میں درزآب۔ اس کے علاوہ بغلان میں ایک بڑا کیمپ، پکتیکا میں ایک بڑا سکیورٹی اڈہ، قندوز، غزنی، بلخ، فراہ، زابل، کاپیسا اور کچھ دیگر علاقوں میں 18 چوکیاں سرکاری فوج سے چھین لی گئیں۔ سیکڑوں کی تعداد ہموی ٹینک رینجر گاڑیاں اور طرح طرح کے ذرائع نقل و حمل طالبان کے حملوں میں تباہ ہو گئے۔ بڑی تعداد میں اسلحہ اور دیگر سامان غنیمت میں مجاہدین کے ہاتھ لگا۔

یہ تفصیلات الیکشن کے دن کی ہیں۔ اس طرح کے واقعات سے لوگوں کے ان اندازوں کی تصدیق ہوتی ہے، جو الیکشن سے قبل لگائے جا رہے تھے۔ اس نے افغان سرکاری فوج کے وہ دعوے غلط ثابت کر دیے، جو وہ کہتے تھے کہ کئی ملین ڈالر لگا کر لاکھوں کی تعداد میں سکیورٹی فورسز تعینات کی گئی ہیں، جو امن و امان کو کنٹرول کر سکتی ہیں۔ چوں کہ بہت سے سکیورٹی واقعات پیش آ چکے ہیں۔ سکیورٹی خدشات کے باعث لوگ ووٹ ڈالنے بھی حاضر نہ ہوئے۔ مجموعی طور پر قوم نے الیکشن پر عدم اعتماد کا اعلان کر دیا۔ اس طرح وہ دونوں احتمال سچے ثابت ہو گئے، جس کا اندازہ لگایا گیا تھا۔

سیگار اور وزارت دفاع کے ترجمان کے درمیان دلچسپ مکالمہ

اویس افغان

سیگار:

افغان فورسز دفاعی حالت میں ہیں اقدامی پوزیشن پر آنے کی سکت کھو چکے ہیں۔

ترجمان وزارت دفاع:

ہماری فورسز اقدامی پوزیشن پر ہیں۔

سیگار:

حکومتی فورسز کے جانی اور مالی نقصانات میں گزشتہ تین ماہ میں 5 فیصد اضافہ ہوا ہے۔

ترجمان وزارت دفاع:

حکومتی فورسز کے نقصانات نہایت کم ہیں۔

سیگار:

جنگ میں طالبان کی پوزیشن مضبوط جبکہ حکومت محض اپنا دفاع کر رہی ہے۔

ترجمان وزارت دفاع:

طالبان جنگ میں شکست کھا چکے ہیں۔

سیگار:

اگر حالات اسی ڈگر پر چلتے رہے تو حکومتی فورسز بہت جلد بکھر جائیں گی۔

ترجمان وزارت دفاع:

اگر حالات یہی رہے تو طالبان بہت جلد شکست کھا جائیں گے۔

سیگار:

طالبان کے حملوں کے اثرات میں 5 فیصد اضافہ ہوا ہے۔

ترجمان وزارت دفاع:

طالبان کے حملے غیر موثر ہیں۔

سیگار:

کابل انتظامیہ کی کوشش ہوتی ہے کہ اپنے فورسز کے نقصانات کی اصل تعداد میڈیا سے خفیہ رکھے۔

ترجمان وزارت دفاع:

ہماری فورسز کے نقصانات بہت ہی کم ہیں۔

سیگار:

ہماری اور یوناما کی تحقیقات میں ثابت ہوا ہے کہ گزشتہ تین ماہ میں عام شہریوں کے اموات میں 42 فیصد اضافہ ہوا ہے۔

ترجمان وزارت دفاع:

شہریوں کی اموات بالکل نہیں ہوئیں، صرف طالبان کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔

سیگار:

کابل انتظامیہ کی فورسز کو 60 فیصد جانی نقصانات اس وجہ سے پہنچتے ہیں کیوں کہ وہ دفاعی پوزیشن میں ہیں۔

ترجمان وزارت دفاع:

ہماری فورسز کے نقصانات اس وجہ سے بہت کم ہیں کیوں کہ 8 ماہ سے ہم اقدامی پوزیشن پر ہیں۔

سیگار:

انتخابات میں سیکورٹی فورسز نے سیکورٹی سنبھالی لیکن اس کے باوجود لوگوں نے طالبان کے خوف سے انتخابات میں حصہ نہیں لیا۔

ترجمان وزارت دفاع:

سیکورٹی فورسز کی وجہ سے ہی انتخابات کامیابی سے اختتام کو پہنچے اور لوگوں نے بڑی تعداد میں اپنی رائے استعمال کی۔

سیگار:

رواں سال کے 9 مہینوں میں 17 امریکی فوجی ہلاک جبکہ 124 زخمی ہوئے

ہیں جو گزشتہ پورے سال کی نسبت بہت زیادہ ہے اسی طرح رواں سال کے 9 مہینوں میں افغان فورسز نے طالبان کے خلاف 2531 آپریشن کیے ہیں جو گزشتہ پورے سال کی 2365 آپریشنز سے زیادہ ہے لیکن اس کے باوجود حکومتی فورسز نے کئی علاقوں سے پسپائی اختیار کرلی ہے۔

ترجمان وزارت دفاع:

رواں سال ہمارے غیر ملکی اتحادی افواج کے نقصانات کم ہیں ہم سیگار کے اس رپورٹ کو مسترد کرتے ہیں۔

یہ تھا سیگار اور وزارت دفاع کے ترجمان روح اللہ احمد زی کے درمیان مکالمہ جو ایک دوسرے کی بالکل نفی کررہے ہیں۔

سیگار امریکی کانگریس کا ایک منفرد ادارہ ہے جسے افغانستان میں جنگ کے نقصانات اور اخراجات کے بارے میں ایک مصدقہ رپورٹ تیار کرنے کی ذمہ داری دی گئی ہے۔ اس طرح وہ سال میں چار مرتبہ افغانستان کے زمینی حقائق پر مشتمل ایک رپورٹ اپنی حکومت کو بھیجتی ہے جو افغانستان کی حقیقی تصویر پیش کرتی ہے۔ کانگریس اس رپورٹ کی بناء پر اپنے مستقبل کے منصوبے اور پالیسی بناتی ہے۔

طبعی بات ہے کہ ان کی رپورٹس کسی حد تک حقائق پر مبنی ہوتی ہیں، اگر بات صرف پروپیگنڈے کی حد تک ہوتی تو پھر اس کی روشنی میں امریکی حکومت کے بننے والے منصوبے نقصان کا شکار ہوتے۔

دوسری بات یہ ہے کہ افغان کٹھ پتلیاں ہمیشہ اپنی غیر ملکی آقاوں کے سامنے فریاد کرتے نظر آتے ہیں کہ ہماری مسلح فورسز کمزور ہیں آپ ہماری تربیت اور امداد جاری رکھیں اور افغانستان سے جلد انخلاء کا اعلان نہ کریں ہمیں تنہا نہ چھوڑا جائے۔ کیوں کہ کٹھ پتلی حکومت کے تمام عہدیدار غیر ملکی جارحیت پسندوں کو عسکری امور میں برتر قوت خیال کرتے ہیں اس لیے ان سے تربیت اور امداد جاری رکھنے کے لیے جھولی پھیلاتے رہتے ہیں۔ اس بات کا اعتراف اشرف غنی نے بھی کیا ہے کہ غیر ملکی افواج کے سپورٹ کے بغیر ہماری فوج چھ ماہ لڑنے کی قوت نہیں رکھتی۔

سیگار کی رپورٹ اور افغان کٹھ پتلیوں کا غیر ملکی افواج کی عسکری مہارت کے اعتراف کے باوجود وزارت دفاع کے نام نہاد ترجمان روح اللہ احمد زی نے حال ہی میں سیگار کی رپورٹ منظر عام پر آنے کے بعد اس کے خلاف کئی ٹویٹ کیے اور سیگار سینکڑوں صفحات کی رپورٹ کو بغیر پڑھے ہی مسترد کرلیا ہے جو سیگار نے کئی شواہد اور اسناد کے ساتھ نشر کی ہے تاکہ اسے کوئی بے بنیاد اور من گھڑت قرار نہ دیں۔ لیکن وزارت دفاع نے آنکھیں بند کرکے بغیر کسی دلیل کے پیش کرنے کے اسے مکمل طور پر منفی قرار دیا۔

وزارت دفاع کے مذکورہ عہدیدار جو وزارت دفاع کی عمارت سے غلطی سے بھی باہر جھانک نہیں دیکھتے اور نہ دیکھ سکتے ہیں، انہیں اپنے اہلکاروں کی صحیح تعداد بھی شاید معلوم نہ ہو، خود سیکورٹی حصار میں کسی محفوظ عمارت میں آرام دہ صوفے پر ایستادہ ان عہدیداروں کیا پتہ کہ ان کے اہلکار کہاں کہاں قتل ہورہے ہیں، کہاں ان کے اہلکاروں کے درمیان باہمی لڑائیاں ہوئی ہیں، ملک کے کس علاقے میں وہ طالبان کے محاصرے میں ہیں، کتنے ہیں جنہوں نے طالبان کے سامنے ہتھیار ڈال لیے ہیں، کس جگہ ان کے اہلکاروں کو کمک اور اشیاء خورد ونوش کی ضرورت ہے، کس میدان پر ان کے اہلکاروں کی لاشیں پڑی سڑ رہی ہیں، ملک کے کس کس صوبے میں امریکا نے ان کے ہی چیک پوسٹوں پر بمباری کرکے ملیا میٹ کیا اور وہ اس کے خلاف آواز بھی نہیں اٹھاسکے لیکن اس کے باوجود کہ وہ کوئی سنجیدہ جواب دیتے محض ایک ٹویٹ کے ذریعے سیگار کی رپورٹ کو مسترد کرتے ہیں۔

اسے کہتے ہیں مسلح انارکی جس میں عسکری اور سیاسی عہدیداروں کو نہ اپنے آپ کا علم ہوتا ہے نہ اپنے ارد گرد برپا ہونے والے طوفان کا۔ قومی سلامتی کے نام سے بننے والے مسلح جنگجوؤں کے جتھے بھی کابل انتظامیہ اپنے مسلح فورسز قرار دیتے ہیں حالانکہ جنگجوؤں کا یہ مخصوص جتہ سی آئی اے کے خصوصی تربیت یافتہ اور ان کی ہدایات پر دن رات افغان شہریوں کا خون چوس رہے ہیں۔ وہ نہ اسلامیت کو جانتے ہیں نہ انسانیت اور افغانیت کی ان میں جھلک نظر آتی ہے۔ صرف ڈالروں میں تنخواہ لینے کے لیے اپنے ہی شہریوں کا بے دریغ قتل عام کر رہے ہیں۔ لیکن کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ اس کے باوجود خود کو افغان قوم کے نمائندے کہتے ہوئے ذرا بھی نہیں شرماتے۔

شام سے امریکا کا انخلا اور کردوں پر ترکی کا حملہ

شہید زوی

9 اکتوبر کو ترکی نے شام کے کرد آبادی کے علاقے پر حملہ کر دیا۔ ترکی نے شام کے کردوں پر حملہ اس لیے کیا کیوں کہ شام کے کرد ترکی کی کرد مسلح تنظیم P.K.K سے مضبوط تعلق رکھتے ہیں۔ یہی شام اور عراق کے کرد ہیں جو امریکا اور اسرائیل کی عسکری امداد ترکی کے کردوں کو پہنچاتے ہیں۔ مختلف اوقات میں انہوں نے ملک کی عوامی اور عسکری تنصیبات پر حملے کیے ہیں۔ ترکی کے ساتھ ان کی لڑائی میں دونوں فریق نے ایک دوسرے بڑا نقصان پہنچایا ہے۔

یہ حملہ ایسے وقت میں کیا جارہا ہے جب امریکا نے اس علاقے سے اپنی فوج نکال لی ہے اور کردوں کے ساتھ عسکری امداد سے بھی انکار کر دیا۔ حالانکہ 2003 میں عراق پر امریکی حملے کے بعد 2013 تک جب داعش کا ظہور ہو رہا تھا تب تک امریکا کے خلاف عراقی مسلمانوں کی جہادی مزاحمت کے خلاف کرد امریکا کے حامی رہے۔ شمالی عراق کے کرد امریکا کے شانہ بشانہ مضبوطی سے کھڑے رہے۔ کردوں کی عسکری تنظیم نے عراق کے سنی مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ 2013 میں جب عراق اور شام میں داعش سامنے آئی تو یہی کرد ہی تھے جنہوں نے داعش کے خلاف امریکا کی مدد کی۔ اس لیے اب کردوں ہر ترکی کے حملے کے دوران امریکی فوج کے کرد علاقوں سے انخلا اور کردوں کی مدد سے انکار نے دنیا کو حیران کر دیا ہے۔ امریکی صدر ٹرمپ نے کردوں کی مدد نہ کرنے پر بہت دلچسپ دلیل پیش کی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ کرد اپنی سرزمین کے دفاع کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ کرد اور ترک گذشتہ 2 سو سال سے ایک دوسرے پر حملے کر رہے ہیں۔ کردوں نے دوسری جنگ عظیم کے وقت امریکا کی مدد نہیں کی تھی۔

امریکا کی جو یہ عادت ہے کہ وہ اپنے کٹھ پتلیوں اور غلاموں کو یوں ہی میدان میں اکیلا چھوڑ دیتا ہے تو اس کے لیے وہ ایسے دلچسپ دلائل بھی پیش کرتا ہے۔

وہ دن بہت جلد آئے گا ان شاء اللہ جب وہ افغانستان سے بھی نکل جائے گا۔ اپنے غلاموں کو خالی میدان میں چھوڑ دے گا۔ ان کی مدد سے انکار کر دے گا اور اس کے لیے ایسے ہی دلائل پیش کرے گا۔

باوجود اس کے کہ عربوں اور کردوں کے درمیان بڑے عرصے سے لسانی اور قومی نفرتیں موجود ہیں۔ عرب ممالک کردوں کے معاملات میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے۔ مگر چونکہ سعودی عرب، مصر، متحدہ عرب امارات اور بحرین کے ترکی سے کچھ مسائل پر اختلافات ہیں اور ترکی کے ساتھ ان ممالک کے تعلقات زیادہ اچھے نہیں ہیں اس لیے وہ ترکی کے ان حملوں کی مخالفت کر رہے ہیں اور مصر نے تو اس پر عرب لیگ کی کانفرنس بلانے کا مطالبہ بھی کیا ہے۔

کرد دو ہزار سالہ تاریخ رکھنے والی قوم ہیں۔ ان کی بہادری اور جرات بہت مشہور ہے۔ اسلام کے بہت بڑے فاتحین اس قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ مشرق وسطی کے شمالی حصے کے رہنے والے لوگ ہیں۔ ترکی، شام، عراق اور ایران کردوں کے اصل وطن ہیں۔ کردوں کا اپنا علاقہ ترکی کے جنوب میں پہاڑی علاقوں سے شروع ہوتا ہے اور شام، عراق اور ارمنستان سے ایران تک پہنچتا ہے۔

عالمی اداروں کی جانب سے شائع ہونے والے اعداد وشمار کے مطابق اس خطے میں 5 کروڑ کرد رہتے ہیں۔ کرد اس علاقے کو کردستان کہتے ہیں جس میں وہ اپنے لیے ایک آزاد ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں۔ تعداد کے اعتبار سے کرد مشرق وسطی کی چوتھی بڑی قوم ہیں۔ مگر ان کے پاس صرف عراق اور ایران میں کردستان کے نام سے ایک ایک صوبہ ہے۔ اس لیے کرد دنیا کی وہ سب سے بڑی قوم ہیں جن کے پاس اپنے نام سے ایک علیحدہ ملک نہیں ہے۔

بلکہ ان مذکورہ چار ممالک میں تقسیم ہوئے پڑے ہیں۔ ترکی میں ان کی تعداد 15 سے 20 ملین تک ہے۔ ایران میں ان کی تعداد 13 ملین تک ہے۔ عراق میں 8 ملین اور شام میں 3 ملین ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ لبنان، ارمنستان، کویت، فلسطین (مقبوضہ اور آزاد) میں بھی کرد رہتے ہیں۔ مغربی ممالک کی طرف بھی بہت سے کرد نقل مکانی کر چکے ہیں۔ عالمی اداروں کی جانب سے شائع ہونے والے اعداد وشمار کے مطابق ان کی تعداد تقریبا 10 ملین تک ہے۔

صرف جرمنی میں ترکی سے نقل مکانی کرنے والے کردوں کی تعداد ایک ملین ہے۔ جرمنی میں انہیں کردوں کی موجودگی ترکی اور جرمنی کے درمیان نزاع کا سبب بنا ہوا ہے۔ جرمنی انہیں کرد قرار دیتا ہے اور ترکی کا مطالبہ ہے کہ انہیں کرد نہیں ترک قرار دیا جائے۔ کردوں میں مذہبی اعتبار سے بہت قلیل تعداد میں یہودی، مسیحی، زرتشت اور عراق میں محدود تعداد میں شیعہ بھی ہیں۔ ان کی اکثریت سنی مسلمانوں کی ہے مگر افسوس کہ اب ان میں بے راہ روی اور عقیدے کا انحراف بہت بڑھ گیا ہے۔

خلافت عثمانیہ کے دور میں کردوں کی رہائش کا یہ علاقہ کردستان صوبہ کے نام سے ہی ذکر کیا جاتا تھا اور یہ اس خلافت کے بڑے اور اہم صوبوں میں سے ایک اہم صوبہ تھا۔

1915 اور 1918 میں ترکی کے کردوں نے عثمانی خلافت سے آزادی حاصل کرنے اور آزاد کردستان کے قیام کے لیے کوششیں کیں مگر عثمانی خلافت نے انہیں کامیاب نہیں ہونے دیا۔ 1920 میں سیوور معاہدے میں آزاد کردستان کی بھی سامنے آئی مگر ترکی کے ساتھ ساتھ فرانس اور برطانیہ نے بھی اس کی مخالفت کی تھی۔

خلافت عثمانیہ کا سقوط کردوں کے لیے بہت بڑی خوشخبری تھی۔ انہیں پورا یقین تھا کہ خلافت کے خاتمے کے نتیجے میں یہاں آزاد کردستان قائم ہو جائے گا۔ مگر کردوں کی امیدیں بھر نہیں آئیں۔ مشرق وسطی ترکوں کے ہاتھ سے نکل گیا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا جس میں چھوٹے چھوٹے ممالک سامنے آگئے۔ مگر کردستان کے نام سے کوئی ریاست نہ بن سکی۔ ترکوں کا یہ مجوزہ علاقہ اور خود کرد ترکی، عراق، شام اور ایران میں تقسیم ہو گئے۔ چونکہ کرد سنی ہیں اس لیے ایران میں ان کے خلاف دیگر سنیوں کے طرح مشکلات ہیں مگر عراق، ترکی اور شام میں ان کی حالت بہت اچھی تھی۔ تمام شہری حقوق کے مالک تھے۔ عام طور پر ان حکومتوں کی جانب سے ان سے کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جاتا تھا اور نہ اب کیا جارہا ہے جسے اپنے ملک میں بغاوت کی معقول وجہ گردانا جائے۔

معقول سبب کچھ بھی نہیں تھا۔ آزاد کردستان کے قیام کی اصل وجہ عالمی استعماری قوتوں خصوصا اسرائیل اور امریکا کی شہ ہے۔ 1923 میں مغرب کی جانب سے kingdom of Kurdistan کے نام سے ترکی، عراق، ایران اور شام کے درمیان آزاد کردستان کے قیام کے لیے ایک نقشہ پیش کیا گیا۔ کیوں کہ فلسطین میں اسرائیلی حکومت کے قیام سے قبل آزاد کردستان کا قیام امریکا ضروری سمجھ رہا تھا مگر مسلسل دو عالمی جنگوں میں مصروف ہونے کی وجہ سے دنیا یہ منصوبہ عملا پورا نہ کر سکی۔ بعد میں جب بھی مغرب نے کوشش کی ترکی، ایران، عراق اور شام نے مل کر اس کے خلاف رد عمل دکھایا ہے اور اسے کامیاب نہیں ہونے دیا۔ مگر عالمی استعماری قوتوں نے kingdom of Kurdistan (عظیم کردستان) کی اصطلاح زندہ رکھی ہوئی ہے۔ اس اصطلاح کا زندہ رکھنا اور بار بار مذکورہ چار ممالک میں کرد بغاوت کا اٹھنا، ان سب کی بڑی وجہ یہی ہے۔ ان بغاوتوں کے سلسلے میں طویل جنگیں ہوئی ہیں۔ جس میں جنگ کے دونوں فریق خصوصا کردوں کو بہت نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ مگر کوئی قابل ذکر کامیابی اب تک حاصل نہیں کر سکے ہیں۔

کردوں کی 46 فیصد آبادی ترکی سے تعلق رکھتی ہے۔ جو ترکی کی کل آبادی کا 20 فیصد ہے۔ 31 فیصد ایران میں ہیں جو ایران کی کل آباد کا 15 فیصد ہیں۔ کردوں کی 18 فیصد آبادی عراق میں ہے جو عراق کی کل آبادی کا 20 فیصد ہیں۔ ان کی 5 فیصد شام میں ہے جو شام کی کل آبادی کا 8 فیصد ہیں۔ ترکی کے 90 اضلاع میں سے 21 اضلاع کردوں کے ہیں۔ اس ملک میں P.K.K نام کی ایک مسلح کرد تنظیم بھی موجود ہے جس نے مختلف اوقات میں حکومت کے مختلف عسکری اور عوامی تنصیبات پر حملے بھی کیے ہیں۔ انہیں اور ترکی حکومت کو جنگوں میں بڑے جانی نقصانات بھی اٹھانے پڑے ہیں۔ مگر چونکہ ترکی کی فوج منظم اور طاقتور ہے اس لیے اب تک ترکی سے آزادی لینے کی ساری امیدیں خاک میں مل گئی ہیں۔ طاقتور حکومتوں کی موجودگی میں شام اور ایران کے کردوں کو بھی آزادی حاصل کرنے کی امید نہیں تھی۔ مگر عراق کے کرد ان کے برعکس عراق سے آزادی لینے کی کوشش میں کسی حد تک کامیاب ہیں۔

شمالی عراق میں مسعود بارزانی کے والد مصطفی بارزانی کی سربراہی میں 1920ء میں کردوں نے اپنی خود مختاری اور عراق سے علیحدگی کے لیے تحریک کا آغاز کر دیا جو 1970 تک جاری رہا۔ اس طویل مزاحمت کے نتیجے میں 11 مارچ 1970 میں عراق کے شمال میں کرد آبادی کے تین صوبوں اربیل، سلیمانیہ اور دھوک میں کردوں کی نیم خود مختاری تسلیم کرلی گئی۔ یہ تینوں کرد آبادی کے صوبے صوبہ کردستان سمجھے جاتے ہیں جہاں کردوں نے نیم آزاد حکومت قائم کرلی مگر عراق کی مرکزی حکومت اور کردوں کی اس نیم آزاد حکومت کے درمیان تعلقات کشیدہ رہے۔ 1970 سے 1974 تک مرکزی حکومت اور کردوں کی نیم آزاد

ریاست کے درمیان کئی بار جنگیں ہوئیں جب امریکا اور اسرائیل نے ایران کے ذریعے جہاں رضا شاہ پہلوی کی حکومت تھی، کردوں کو بڑے پیمانے پر اسلحہ اور جنگی وسائل دیے۔ پھر 80 کی دہائی کے آخر میں صدام حسین حکومت نے کردوں کو مرکزی حکومت کا تابع کرنے اور ان کی نیم خود مختاری کے خاتمے کے لیے کردستان فوج بھیجی۔ جنگیں شروع ہوگئیں جو 1988 تک جاری رہیں۔ اور دعووں کے مطابق 1988 میں صدام نے ان پر زہریلی گیس کا استعمال کیا جس کے نتیجے میں ہزاروں کی تعداد میں کرد ہلاک ہوگئے۔ کہا جاتا ہے کہ حکومت کے خلاف کردوں کی یہ بغاوت اور پھر حکومت کی جانب سے ان پر ہونے والے حملوں کے نتیجے میں دونوں جانب سے 2 لاکھ افراد ہلاک ہوگئے۔ 1991 میں جب عراق پر امریکی جارحیت کے وقت صدام حسین نے اپنی فوجیں کردستان کی سرحدوں سے پیچھے ہٹالیں تو نہ صرف یہ کہ مرکزی حکومت کی جانب سے کردستان کی نیم آزاد ریاست کو درپیش خطرات کا خاتمہ ہوگیا بلکہ مرکزی حکومت نے اقوام متحدہ کی موجودگی میں یہ بھی تسلیم کرلیا کہ کردستان انتظامیہ کو تیل کے ذریعے حاصل کی ہوئی دولت میں سے 17 فیصد دے گا۔

کرد اسی نظام میں خوش تھے۔ 2003 تک بات یوں ہی چلتی رہی۔ 2003 میں عراق پر امریکی جارحیت اور قبضے کے نتیجے میں جب صدام حسین حکومت کا خاتمہ کیا گیا اور ان کی حکومت ختم ہوگئی۔ عراق پر شیعہ کٹھ پتلی حکومت مسلط ہوگئی تو کردستان صوبہ عارضی طور پر اس شرط پر عراق سے منسلک ہوگیا کہ تیل کی آمدنی میں سے حاصل ہونے والی رقم میں سے معلوم فیصدی دی جائے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ مرکزی انتظامیہ سے قانونی نیم خود مختاری اور سرحدات کے تعین کے لیے مذاکرات بھی جاری رکھے۔ جس کے نتیجے میں عراق کی کٹھ پتلی انتظامیہ نے امریکا کے کہنے پر ان کے مطالبات تسلیم کرلیے۔ 200 میں عراق کے آئین میں تبدیلی آگئی اور کردستان صوبہ کو خود مختار بنا کر ریاست کے اندر ریاست قائم کرنے کی اجازت دیدی گئی۔ کردوں نے گذشتہ 14 سالوں میں اپنی سرحدوں کو بہت وسعت دی۔ صوبہ کرکوک کے تیل کے ذخائر سے لبریز علاقے بھی انہوں نے قبضہ کرلیے جو درحقیقت کردستان کا حصہ نہیں تھے۔ ان کے اکثر شہری عرب اور دیگر اقوام سے تعلق رکھنے والے تھے۔ کردستان انتظامیہ نے کردستان اور کرکوک میں تیل کے اخراج میں اضافہ کریا اور ترکی کے راستے بحیرہ روم تک ہر دن 6 لاکھ بیرل تیل پہنچایا ۔ جس سے ان کے اقتصادی ذخائر میں بھی اضافہ ہوا اور دنیا کی بہت توجہ بھی انہوں نے حاصل کرلی۔ اس طرح انہوں نے عرب دنیا میں مقبولیت بھی حاصل کرلی۔ کردوں کی اس حکومت کو دنیا میں کے آر جی، یا کردستان ریجنل گورنمنٹ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جس کا سربراہ مسعود بارزانی ہے۔

اونچے پہاڑوں، جھیلوں، جنگلوں، بہتے پانی اور زیر زمین میٹھے پانی کے ذخائر سمیت یہ علاقہ گیس اور تیل کے ذخائر سے بھی مالا مال ہے۔ عالمی اداروں کی شائع ہونے والی رپورٹوں کے مطابق یہاں 45 بلین بیرل سے زیادہ کے تیل کے ذخائر موجود ہیں۔ یعنی یہ دنیا کا وہ چھٹا علاقہ ہے جہاں تیل کے بڑے ذخائر موجود ہیں۔ کردستان حکومت کہتی ہے کہ یہاں بہت سے مقامات پر تیل کے بڑے ذخائر موجود ہیں۔

باوجود اس کے کہ یہاں تیل کے بڑے ذخائر موجود ہیں مگر چونکہ خطے میں سیکیورٹی صورتحال ٹھیک نہیں ہے اس لیے یہ خطہ عالمی طاقتوں کی صحیح توجہ حاصل نہیں کرسکا۔ یہاں اس طرح کی سرمایہ کاری نہیں کی گئی جیسی ہونی چاہیے تھی۔ تیل، گیس اور دیگر ذخائر سے مالا مال اس زمین کو عراق سے بالکل علیحدہ کرنے کے لیے گذشتہ سال 25 ستمبر کو مسعود بارزانی حکومت نے کردستان اور کرکوک میں ریفرنڈم کروایا۔

ریفرنڈم کے لیے 53 لاکھ افراد کی رجسٹریشن کی گئی تھی۔ رائے دہی کے لیے 12072 مراکز کھولے گئے تھے۔ جن میں حکومت کے مطابق اکثریت یعنی 76 فیصد لوگوں نے خود مختاری کے حق میں ووٹ دیا۔ ریفرنڈم سے قبل یورپی یونین نے مسعود بارزانی کو ریفرنڈم موخر کرنے کا حکم دیا تھا اور دھمکی دی تھی کہ اگر انہوں نے ریفرنڈم موخر نہیں کیا تو یورپی یونین ان پر پابندی عائد کردے گا۔ امریکا نے بھی بظاہر اس ریفرنڈم کی مخالفت کی تھی اور کہا تھا کہ داعش کو شکست دینے اور عراق میں جہادی گروپوں کو کچلنے کے لیے امریکا عراق کے اتحاد کو ضروری سمجھتا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ عراق سے الگ ہونے کی بجائے کرد رہنما اپنی توجہ جہادیوں کے خلاف جنگ اور ایران کے بڑھتے نفوذ کو کم پر لگائیں گے۔ اقوام متحدہ نے بھی اس حوالے سے اپنے خدشات کا اظہار کیا تھا۔ اس ادارے کے سربراہ انتونیو گوتیریس نے کہا کہ وہ کردستان کے حالیہ ریفرنڈم کے حوالے سے خدشات رکھتے ہیں۔ خطرہ ہے کہ اس سے خطے شدید بدامنی پیدا ہوگی۔ دوسری جانب کردستان کے پڑوسی ممالک ترکی، ایران، شام اور خود عراق نے بھی اس ریفرنڈم کی مخالفت کی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ خطرناک عملی اقدامات بھی کیے تھے۔ ترکی اور عراق کی مرکزی

حکومت نے اپنی فوج کردستان کے خلاف ممکنہ جنگ کی تیاری کے لیے کردستان کی سرحدوں تک پہنچادی اور دونوں نے جنگی مشقیں بھی کیں۔

ترکی جانتا ہے کہ عراق میں کردوں کی آزاد حکومت کے قیام کی صورت میں ترکی کے کردوں کی آزادی کا دعوی مضبوط ہو سکتا ہے۔ اس لیے ترک صدر طیب اردوان نے اس ریفرنڈم کو روکنے کو بہت کوششیں کیں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ریفرنڈم کامیاب ہونے کی صورت میں کردستان انتظامیہ کو دھمکیاں بھی دیں۔ ریفرنڈم کو ترک کرنے پر راضی کرنے کے لیے ایران نے کردستان سے جو مذاکرات کیے ان کی ناکامی کے بعد ایران نے بھی کردستان سے اپنے فضائی اور زمینی رابطے میں منقطع کردیے تھے۔ ایرانی پاسداران انقلاب نے کردستان کی سرحدوں کے قریب بڑی مقدار میں اسلحہ بھی پہنچادیا تھا اور یہیں پر فوجی مشقیں شروع کردیں۔ شام نے اگرچہ کوئی عملی اقدام نہیں کیا مگر شدید الفاظ میں ریفرنڈم کی مخالفت کی اور کہا کہ اس سے شام کی سرحد کو خطرہ لاحق ہوگا اس لیے یہ ریفرنڈم شام کے لیے قابل قبول نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ پوری دنیا میں کسی نے بھی کردستان کے ریفرنڈم کی حمایت نہیں کی۔ پڑوسی ممالک سمیت بہت سے ممالک نے اس کی مخالفت کی۔ یہاں تک کہ امریکا نے بھی بظاہر اس ریفرنڈم کی مخالفت کی ہے حالانکہ وہ خفیہ طور پر اس کا حامی ہے اور پہلے سے ہی اس نے کرد، شیعہ اور سنی آبادیوں کی تقسیم کا منصوبہ بنایا ہوا ہے۔

ان مخالفتوں کے باوجود کردستان کے سربراہ مسعود بارزانی ریفرنڈم سے دستبردار نہ ہوئے بس اتنا کہا کہ ریفرنڈم کا مقصد کبھی بھی یہ نہیں کہ ہم عراق سے فوری علیحدگی چاہتے ہیں یا ہم فوری الگ ہونے کا اعلان کردیں گے۔ بلکہ اس کے بعد بغداد سے مذاکرات کا سلسلہ شروع ہوگا جو شاید ڈیڑھ دو سال تک چلے۔ غاصب اسرائیلی حکومت نے اس ریفرنڈم کی شدید حمایت کی تھی۔ کردستان حکومت کو ہر طرح کے تعاون کا اطمینان دلایا اور 25 ستمبر کو کردستان کے ریفرنڈم کے لیے اسرائیلی صحافیوں نے دورہ بھی کیا تاکہ لحہ بہ لحہ رپورٹنگ ہوتی رہے۔ اسی لیے تو ریفرنڈم کے دن کردوں نے اپنے پرچم کے ساتھ اسرائیل کے جھنڈے بھی اٹھائے ہوئے تھے۔

ناروے میں بھی کردستان کے ریفرنڈم کے حق میں نکالی جانے والی ریلی میں کردوں نے اپنے جھنڈوں کے ساتھ اسرائیلی جھنڈے بھی اٹھائے رکھے تھے۔

سوال یہ ہے کہ اسرائیل کیوں آزاد کردستان چاہتا ہے؟

اسرائیلی حمایت کی مختلف وجوہات ہیں۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اسرائیل کے وجود کے ساتھ ہی استعمار نے مشرق وسطی میں اسرائیل کے حامی ایک ملک کے وجود کو ضروری سمجھا تھا جو کردستان سے زیادہ بہتر کوئی ملک نہیں ہو سکتا تھا۔ اسی لیے تو 1950 میں مسعود بارزانی کے والد مصطفی بارزانی کی حمایت کی تھی۔ دوسری بات یہ ہے کہ اسرائیل اور امریکا یہ جانتے ہیں کہ کردستان ایک کمزور ملک ہوگا، تیل، گیس اور دیگر تمام ذخائر پر بہت آسانی سے ان کا دائمی قبضہ ہو جائے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس راستے سے مسلمانوں کے انتہائی اہم ملک عراق کی تقسیم ہوگی اور ترکی، شام، ایران جیسے اہم ممالک کی تقسیم کی راہ ہموار ہو جائے گی۔ عراق میں آزاد کردستان کے قیام کے بعد ان ممالک میں بھی آزاد کردستان کا نعرہ زور پکڑے گا۔ اور یہی اسرائیل کی خواہش ہے۔ تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ ترکی کے حملے کے دوران امریکی انخلا ایک خاص تیکنیک کے تحت ہے۔ امریکا چاہتا ہے کہ ترکی کو ایک نہ ختم ہونے والی جنگ میں دھکیل دے۔ عراق پر حملے کے فورا بعد اس نے اس منصوبے پر کام شروع کیا تھا اور تب ہی سے کردوں کے لیے سیاسی، مالی اور عسکری امداد کا آغاز کردیا گیا ہے۔ 1014 میں اس تعاون میں اضافہ ہو گیا اور 2017 میں کرد عسکری تنظیموں کو اسلحہ دینے کا اعلان ہوا۔

عراق اور شام میں کردوں کی بہت سی مسلح تنظیمیں ہیں جن کا سارا اسلحہ امریکا اور تربیت اسرائیل فراہم کرتا ہے۔ ابھی جب امریکا نے شمالی شام سے نکلنے کا اعلان کیا ہے تو فوراہی اسرائیل نے کردوں کی حمایت کا اعلان کردیا۔ اس لیے امریکا کی پسپائی اور ترکی کے لیے خالی میدان چھوڑنا دراصل ترکی کے لیے ایک جال بچھانا ہے۔ اس کا ہدف دراصل سعودیہ کی طرح ترکی کو بھی ایک نہ ختم ہونے والی جنگ میں گھیرنا ہے مگر ترکی جو امریکا اور اسرائیل کے عزائم جانتا ہے تو امید یہی ہے کہ اس جنگ سے جان چھڑانے کے لیے اس نے پہلے سے سوچا ہوگا۔

اشرف غنی کو سزا دیں

جمال احمدزئی

امریکا نے ہمیشہ اپنے اہداف کے لیے مقبوضہ علاقوں کے ایجنٹوں کی خدمات حاصل کی ہیں۔ امریکا نے جارحیت کے ساتھ ہی اپنے کاسہ لیسوں کو یہاں مسلط کیا ہے۔ اشرف غنی بھی ایک مہرے ہیں۔ انہوں نے آتے ہی امریکی خوشنودی کے لیے اپنے ہی عوام کا خون بہانا شروع کیا۔ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ نہتے شہریوں پر حملوں میں ان دِنوں خطرناک حد تک اضافہ ہوا ہے۔ اس قتل عام میں امریکی فوج کے ساتھ سب سے بڑا کردار اشرف غنی کی کٹھ پتلی فوج کا بھی ہے۔ افغانستان میں بہتے ہوئے ہر خون کے قطرے کے ذمہ دار اشرف غنی ہیں۔

حال ہی میں ہلمند کے ضلع موسیٰ قلعہ میں اشرف غنی اور امریکی فوج نے ایک شادی کی تقریب پر بمباری کی، جس میں 50 سے زیادہ افراد شہید ہوئے ہیں۔ اس میں زیادہ تر خواتین اور بچے ہیں۔ افغان عوام کو چاہیے

اشرف غنی کے حامیوں اور ان کے قریبی ساتھیوں کی پہچان کا سب سے اہم وقت یہی ہے۔ وہ سب ان کی انتخابی مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔ یہ لوگ بھی اشرف غنی کے ساتھ شریک جرم ہیں۔ انہیں بھی اشرف غنی کی طرح ہی سزا دینی چاہیے۔ ان میں سیاست دان، شعراء، این جی اوز کے افراد، صحافی اور کچھ علاقائی معتبرین شامل ہیں۔ ہر صوبے سے تعلق رکھنے والے ذمہ دار افراد اشرف غنی کے حامیوں کے ناموں کی فہرست ہر صوبے کے ذمہ دار مجاہدین کے حوالے کریں۔ ان کو ٹھکانے لگانے کا سب سے آسان کام ان کی ٹارگٹ کلنگ ہے۔ پشتو شعراء اور صحافیوں میں چند کے نام یہ ہیں، جو دن رات اشرف غنی کی انتخابی مہم اور ان کے ہر جرم کو جواز کی سند فراہم کرنے میں لگے رہتے ہیں: نعمان دوست، محمد یار، خوشحال خلیل اور ضیاء ودان وغیرہ۔ یہ وہ لوگ ہیں، جو کسی بھی طرح معافی کے لائق نہیں ہیں۔

موت کی سزا سنائیں۔ شریعت میں ایک انسان کا عمداً قتل کرنے سے قاتل کو موت کی سزا دی جاتی ہے۔ اشرف غنی تو ہزاروں انسانوں کے قاتل ہیں۔ اشرف غنی کے خلاف طالبان کی عدالت میں ایک مقدمہ دائر ہونا چاہیے۔ پھر شرعی فیصلہ میڈیا کے ذریعے عوام الناس تک پہنچایا جائے، تاکہ دشمن کی صفوں میں موجود کوئی بھی شخص انہیں نشانہ بنا کر واصل جہنم کر سکے۔

ب: آئمہ مساجد، مدرسین، اسکول، کالج اور یونی ورسٹی کے جن اساتذہ کے دلوں میں اپنے مظلوم عوام کا دکھ موجود ہے اور ہلمند کے شہید بچوں کا غم ان کے سینے میں ہے تو ان کا ایمانی فریضہ ہے کہ وہ لوگوں کو امریکی قاتل ایجنٹ اشرف غنی کے بارے میں حقائق سے آگاہ کریں۔ ان کی امریکی تعلیم، عیسائی خاتون سے شادی، بین الاقوامی ایجنسیز کے ساتھ تعلق اور سب سے بڑھ کر افغانستان میں ان

اشرف غنی کے خلاف جوابی ردعمل اور اس مجرم کو اپنے کیے کی سزا دینے سے قبل درج ذیل اقدامات اٹھائیں، تاکہ ہلمند کی معصوم بچیوں کی طرح دوسرے شہداء کے خون کا بدلہ لینے میں آپ کا کردار بھی نمایاں رہے:

الف: طالبان اپنے رسمی قاضی القضاۃ کی جانب سے اشرف غنی کو

کے ظالمانہ چہرے سے نقاب اٹھانا ان سب کی ذمہ داری ہے۔

ج: اشرف غنی کی تعلیم اور ان کی قابلیت کے بارے میں نہایت ہی غلط پروپیگنڈا کر کے انہیں قابل ترین انسان کہا جاتا ہے۔ جسے بہت سے لوگوں نے من و عن تسلیم کر رکھا ہے۔ اسی وجہ سے کوئی انہیں 'مفکر' اور

کوئی اسے 'بابا' کا لقب دے رہا ہے۔ ان لوگوں کو سمجھایا جائے کہ ایسے شیطان صفت کی حمایت ان کے ایمان کے لیے باعثِ نقصان ہے۔ ان کے ہر قتل اور جرم میں ان کا ہر حمایتی برابر کا شریک ہے۔ روزِ قیامت اللہ کے سامنے جواب دِہ ہو ناپڑے گا۔ اشرف غنی اور ان کے حامیوں کو خون کے ایک ایک قطرے کا حساب دیناپڑے گا۔ اسی لیے ایسے وحشی انسان کی حمایت کر کے اپنی آخرت کو برباد نہ کریں۔

د: طالبان کو چاہیے اشرف غنی کے قتل کے لیے تمام ممکنہ راستوں پر غور کر کے ایک منظم منصوبے پر کام شروع کیا جائے۔ جس طرح جنرل عبدالرازق کے قتل کا پلان بنایا گیا تھا۔ اسی طرح مختلف صوبوں کے دوروں کے دوران اشرف غنی کے لیے بھی اسی قسم کا موثر منصوبہ بنایا جائے۔ تاکہ ایسے ظالم سے بدلہ بھی اسی سرزمین پر لیا جائے۔ جس سے وہ لوگ سکون کا سانس لیں گے، جن کے پیاروں کو افغان وحشی فوج نے شہید کیا ہے۔ ان کی اپنی حکومت کے اندر لوگوں کے سامنے حقائق رکھ کر انہیں ان سے جدا کیا جا سکتا ہے۔ تاکہ اشرف غنی کو قتل کرنے والا اسے اپنے لیے فخر سمجھے۔

ر: چوں کہ اشرف غنی نے ہزاروں شہریوں کو شہید کیا ہے، ہم صرف یہ کر سکتے ہیں کہ شہداء کے ورثاء کے دلوں پر مرہم رکھنے کے لیے امریکی مہرے کو قتل کر کے ان کے دکھوں کا مداوا کریں۔ جس طرح ڈاکٹر نجیب اللہ کے قتل کے بعد کمیونسٹوں کی جانب سے شہید کیے گئے ہزاروں شہداء کے ورثاء نے سکھ کا سانس لیا تھا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں اشرف غنی کے قتل کے بعد موسیٰ قلعہ کے شہداء کے وارث ضرور خوشی محسوس کریں گے۔ اگر آپ ہزاروں یتیموں اور بیواؤں کے زخمی دلوں پر مرہم رکھنا چاہتے ہیں تو کفار کے ایسے شیطان صفت شخص کی کھوپڑی اڑادو، تاکہ عوام ان کے شر سے محفوظ رہ سکیں۔

س: اسلام میں بچھو کو مارنا اسی لیے ثواب ہے کہ اس سے لوگوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ حالانکہ بچھو کے ڈسنے سے انسان مرتا نہیں ہے۔ جب کہ دوسری جانب ایک ایسا شخص ہر دن تقریباً 50 یا 100 سے زیادہ افراد کی زندگی کے چراغ گل کر دیتا ہو، اس کو قتل کرنا سب سے افضل اور باعث ثواب ہے۔ یہ کام جو شخص انجام دے گا، دنیوی اور اخروی انعامات کا حق دار ضرور ٹھہرے گا۔ ان شاء اللہ

ص: اشرف غنی کے حامیوں اور ان کے قریبی ساتھیوں کی پہچان کا سب سے اہم وقت یہی ہے۔ وہ سب ان کی انتخابی مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔ یہ لوگ بھی اشرف غنی کے ساتھ شریک جرم ہیں۔ انہیں بھی اشرف غنی کی طرح ہی سزا دینی چاہیے۔ ان میں سیاست دان، شعراء، این جی اوز کے افراد، صحافی اور کچھ علاقائی معتبرین شامل ہیں۔ ہر صوبے سے تعلق رکھنے والے ذمہ دار افراد اشرف غنی کے حامیوں کے ناموں کی فہرست ہر صوبے کے ذمہ دار مجاہدین کے حوالے کریں۔ ان کو ٹھکانے لگانے کا سب سے آسان کام ان کی ٹارگٹ کلنگ ہے۔ پشتو شعراء اور صحافیوں میں چند کے نام یہ ہیں، جو دن رات اشرف غنی کی انتخابی مہم اور ان کے ہر جرم کو جواز کی سند فراہم کرنے میں لگے رہتے ہیں: نعمان دوست، محمد یار، خوشحال خلیل اور ضیاء ودان وغیرہ ۔ یہ وہ لوگ ہیں، جو کسی بھی طرح معافی کے لائق نہیں ہیں۔

ط: مختصر یہ کہ ہر مسلمان مظلوم مسلمانوں کی حالت پر دل گرفتہ ہے۔ کفار کی جانب سے آئے روز قتل ہونے والے معصوم افغان بچوں کی حالت زار سے پریشان ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ موسیٰ قلعہ کی طرح کوئی دوسرا سانحہ رونما نہ ہو۔

لہٰذا ایسے دردمند افراد کو چاہیے کہ اس جیسے تمام سانحات کے ذمہ دار اشرف غنی کو کسی بھی طریقے سے قتل کر کے لاکھوں مظلوموں کے دلوں پر مرہم رکھنے کا سبب بن جائیں۔ یہی میرے ایمانی اور افغانی جذبات ہیں!

بین الاقوامی سطح پر امارت کے کامیاب سفارتی دورے

جب ستمبر میں امارت اسلامیہ اور امریکا کے درمیان مذاکرات کا سلسلہ اختتام پذیر ہوا اور مسودہ دستخط کے لیے تیار تھا، ایسے میں امریکی صدر نے ایک ٹویٹ کے ذریعے ان تمام کوششوں پر پانی پھیر دیا۔ جس سے ساڑھے نو ماہ کی محنتیں رائیگاں چلی گئیں۔ صدر ٹرمپ کے ٹویٹ کے بعد میڈیا نے موقع سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے منفی پروپیگنڈوں میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ کبھی کہا جاتا کہ ٹرمپ کا یہ اقدام طالبان کے لیے سیاسی موت ثابت ہوگا۔ اس سے امارت کا مورال پست ہوگا۔ اس کے برعکس طالبان کا مورال پہلے سے بہت بلند اور حوصلے بہت اونچے ہوئے ہیں۔ طالبان نے اپنے سیاسی موقف کو مزید پختہ بنانے کے لیے مذاکرات کو چھوڑ کر فی الفور علاقائی اور عالمی سطح پر دورے شروع کیے۔

چناں چہ ٹرمپ کے ٹویٹ کے چند دن بعد شیر محمد عباس ستانکزئی کی سربراہی میں چار رکنی وفد روس کے دورے پر روانہ ہوا۔ جس میں قاری دین محمد حنیف، جناب سہیل شاہین اور خود جناب ستانکزئی شامل تھے۔ اس وفد نے روس حکومت کے نمائندوں سے ملاقات کی۔ انہیں مذاکرات بارے اپنے موقف سے آگاہ کیا، جس پر روس حکومت نے ان کی تائید کی اور امریکا کو تعطل کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ جناب ستانکزئی نے یہ بات بڑی وضاحت سے کہی کہ اگر امریکی طیارے عام عوام پر بمباری کے مجاز ہیں، ان کے درندے معصوم لوگوں کو ناحق قتل کر سکتے ہیں تو پھر ہم اپنے دفاع کا حق کیوں نہیں رکھتے؟

نجی چینل سے بات کرتے ہوئے ان کا مزید کہنا تھا کہ جس دن ٹرمپ نے مذاکرات کی بندش کا اعلان کیا، اس سے اگلے دن امریکی وزیر خارجہ نے یہ اعتراف کیا کہ ہم نے گزشتہ ہفتے ایک ہزار سے زائد طالبان کو مارا ہے۔ اگر وہ دورانِ مذاکرات ایک ہزار بندوں کو مار سکتے ہیں اور وہ اسے اپنے لیے جائز سمجھتے ہیں تو ہمارے لیے اپنے دفاع کے خاطر ایک دو کو مارنا کیوں کر ناجائز ہوگا؟ لہذا یہ ہمارا مسلمہ حق ہے کہ ہم اپنے اور اپنی مظلوم ملت کے لہو کے دفاع کے لیے ہر وہ راستہ اختیار کریں، جس سے ہماری عزت و آبرو محفوظ ہو۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ افغانستان میں جاری جارحیت مسئلے کا حل نہیں ہے۔ افغانستان کا مسئلہ صرف اور صرف مذاکرات سے ہی حل ہوگا۔ اس لیے ہمیں امید ہے ٹرمپ اپنے فیصلے پر نظر ثانی ضرور کریں گے۔ وہ مزید معصوم لوگوں کو لہولہان کرنے سے اپنے ہاتھ کھینچ لیں گے۔

ستمبر کی 17 تاریخ کو سیاسی دفتر کے ترجمان محمد سہیل شاہین نے ٹویٹ کیا کہ امارت اسلامیہ کا ایک وفد ملا عبدالسلام حنفی کی سربراہی میں اس وقت ایران کے دورے پر ہے۔ جہاں اس نے ایرانی حکام سے ملاقات کی ہے۔ مذاکرات سے متعلق تبادلہ خیال کیا ہے۔ ایران جہاں افغانستان کا پڑوسی ہے، وہاں وہ عالمی سطح پر اپنی ایک حیثیت رکھتا ہے۔ چناں چہ ایرانی حکام نے طالبان کے موقف کو سراہا اور اس سلسلے میں اپنی تائید کی یقین دہانی کرائی۔ ایران نے امریکا سمیت خارجی فوج کا افغانستان سے انخلا ضروری قرار دیا۔ روس اور ایران کی طرف امارت کے نمائندوں کے سفر پر کابل انتظامیہ کے ترجمان نے برا منایا۔ انہوں نے احتجاج کے طور پر یہ پیغام بیان دیا کہ طالبان کی طرف سے دیگر ممالک کے اسفار اور اُن ممالک کی طرف سے طالبان کی مہمان نوازی جمہوری اقدار کے خلاف ہے۔ کابل انتظامیہ کے ایسے لایعنی

اعتراضات پر طالبان کے کسی میزبان ملک نے کوئی توجہ نہیں دی۔

جناب محمد سہیل شاہین نے میڈیا کو بتایا تھا کہ سیاسی دفتر کے رئیس کی معیت میں 9 رکنی وفد چین کے دورے پر موجود ہے۔ انہوں نے 22 تاریخ کو بتایا کہ محترم ملابرادر اور ان کی ٹیم نے چین کی دارالحکومت بیجنگ میں چین کے افغانستان کے لیے خصوصی نمائندے ڈین شیجو اور ان کی انتظامیہ سے ملاقات کی۔ ملاقات میں امریکی ٹیم سے مذاکرات اور اس کی پیش رفت پر بات ہوئی۔ افغانستان کے لیے چین کے خصوصی نمائندے نے اسے سراہا۔ انہوں نے باور کیا کہ یہی مذاکراتی پیش رفت درحقیقت افغان مسئلے کا واحد حل ہے، جس کی ہم تائید کے ساتھ ساتھ اسے دوبارہ شروع کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اسی سفر میں سیاسی دفتر کے رئیس نے یہ بات کہی کہ ہم گزشتہ کئی ماہ سے افغانستان میں امریکی جارحیت کے خاتمے اور حقیقی امن نفاذ کے لیے مصروف ہیں۔ ہمارے مذاکرات جانبین کی کوششوں سے آخری مرحلے میں داخل ہو گئے تھے۔ اگر امریکی صدر اپنے کیے ہوئے معاہدے سے روگردانی کریں گے اور مذاکرات کے عمل کو یوں ہی مہمل چھوڑدیں گے تو آئندہ تمام جنگ کی ذمہ داری اُن کے سر ہوگی۔ انہوں نے یہ بھی بہت وضاحت سے کہا کہ ہم ہر حال میں اپنی ملی اور اسلامی اقدار کا دفاع کریں گے۔ اس پر کسی قسم کا سمجھوتہ نہیں کریں گے۔ یاد رہے اس سفر میں مذکورہ وفد چین کے وزیر خارجہ، نائب وزیر خارجہ سے بھی ملا۔ ان سے بھی مفید ملاقاتیں رہیں۔ وفد نے بیجنگ کے بعد چین کے شہر شنگھائی کا بھی سفر کیا۔ وہاں مختلف شخصیات سے ملاقاتیں ہوئیں۔

روس، ایران اور چین کے کامیاب سفروں کے بعد 3 اکتوبر کو ملابرادر کی سربراہی میں ایک ٹیم پاکستان کی دعوت پر وہیں روانہ ہوئی۔ اس سفر میں ملابرادر کے ساتھ سیاسی دفتر کے اعلی عہدے دار ملافاضل، مولوی محمد نبی عمری، عبدالحق وثیق، مولوی خیر اللہ خیر خواہ، مولوی امیر خان متقی، مولوی مطیع الحق خالص، ملاعبدالسلام حنفی، ضیاء الرحمان مدنی، شیخ شہاب الدین دلاور، شیخ سید رسول اور نبراس الحق عزیز شامل تھے۔ اس سفر میں ملابرادر کو مملکت پاکستان کی جانب سے باقاعدہ صدارتی پروٹوکول دیا گیا۔ وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی نے وفد کا گرمجوشی سے استقبال کیا۔ پاکستانی حکام سے بات چیت میں مذاکرات کے علاوہ افغان مہاجرین کی مختلف مشکلات کا بھی تذکرہ ہوا۔ اُن کا افغانستان آنا جانا، تعلیم، صحت، کاروبار اور زندگی کی دیگر سہولیات بارے تفصیلی گفتگو ہوئی۔ پاکستانی حکام نے بھرپور توجہ دی اور ہر ممکنہ تعاون کی یقین دہانی کرائی۔ اسی دوران وہ افغان تاجر، جن کا بزنس پاکستان میں ہے یا وہ پاکستان کے راستے افغانستان سامان لے جاتے ہیں، ان کی مشکلات پر بھی بات ہوئی۔ اس سلسلے میں پاکستان سے تعاون طلب کیا گیا، جس پر ہامی بھری گئی۔

جب کہ مذاکراتی سلسلے کے ڈراپ سین اور امریکا کی پسپائی کو کچھ ہی دن ہوئے ہیں، امارت اسلامیہ کے وفود چار ہمسایہ بھرپور اہمیت کے حامل ملکوں کا سفر کر چکے ہیں۔ امارت کی کامیاب خارجہ پالیسی سے علاقائی سطح پر یہ اتفاق وجود میں آیا ہے کہ استعماری فوج کا افغانستان سے انخلا بہرحال ضروری ہے۔ جو ممالک شروع میں امریکی یلغار کو جائز سمجھتے تھے، وہ بھی آج اپنے سابقہ موقف سے دستبردار ہو چکے ہیں۔ وہ امارت اسلامیہ کا موقف تسلیم کرکے امریکی انخلا کو ضروری سمجھ رہے ہیں۔

امارت اسلامیہ افغانستان کی حقیقی نمائندہ ہے۔ وہ بجا طور پر خود آئندہ کا حکمران سمجھتی ہے۔ اسی لیے اس کا استقبال عالمی سطح پر ایک سربراہِ مملکت کے طور پر کیا جاتا ہے۔ اس کے موقف کی تائید کی جاتی ہے۔ امارت اسلامیہ کی سیاسی میدان میں سرگرمی جہادی اہداف حاصل کرنے کے لیے بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔

عوام کی اکثریت کا فیصلہ

بشیر اللہ ارمان

28 ستمبر کو جعلی انتخابات کا ڈرامہ رچایا گیا۔ جعل سازی کے ذریعے قوم پر بیرونی قوتوں کے ایجنٹ مسلط کرنے، ملک کے سیاسی مستقبل سے کھیلنے اور افغان قوم کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے یہ ڈرامہ رچایا گیا۔ بلاشبہ اشرف غنی ایک غلام اور خالی دماغ انسان ہیں، جو فکری اور نظریاتی لحاظ سے افغان عوام کے دشمن ہیں۔ وہ اپنے آقا کو راضی کرنے کے لیے افغان عوام کے خلاف کسی قسم کے جرائم سے دریغ نہیں کرتے۔ انہوں نے تاریخی جرم کا ارتکاب کرتے ہوئے امن مخالف نام نہاد صدارتی الیکشن کا شرم ناک اقدام کیا، جو امن عمل کو ناکام بنانے کی گہری سازش تھی۔

ناکام انتخابات کا مقصد ایک بار پھر ایوان صدر میں بیٹھ کر افغان عوام کے قتل عام پر قابض قوتوں سے مبارک باد وصول کرنا ہے۔ امریکی جرائم کو سند جواز فراہم کرنا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ افغان عوام کافی تجربہ حاصل کر چکے ہیں۔ وہ جھوٹے دعوؤں پر یقین رکھتے ہیں اور نہ ہی ان سازشوں سے اپنے مستقبل کو داؤ پر لگاتے ہیں۔ انہوں نے 19 برس کے دوران جمہوریت کے نام پر جو مظالم برداشت کیے ہیں، ان سے افغان عوام نے بہت کچھ سیکھا ہے۔ امریکا اور نیٹو فوج کی افغانستان پر چڑھائی کے بعد یہاں کٹھ پتلی حکومت کے نام پر مغرب سے آئے ہوئے ضمیر فروش لوگوں کو مسلط کیا گیا۔ آئین کے نام پر مغربی نظام لاگو کیا گیا۔ 2004 میں صدارتی انتخابات کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں امریکی حکام کے مطابق 12 ملین لوگوں نے حصہ لیا، جس کے نتیجے میں حامد کرزئی کی جیت کا اعلان کیا گیا۔

ان انتخابات میں 12 ملین لوگوں کے حق رائے دہی استعمال کرنے پر مغربی قوتوں نے بھرپور خوشی کا اظہار کیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ انہوں نے افغانستان کو مکمل طور پر فتح کر کے اس پر اپنی گرفت مضبوط کر لی ہے۔ پینٹاگون نے افغانستان میں اپنی کامیابی کا اعلان کیا۔ امریکی حکام کا خیال تھا کہ اب افغان عوام پر انہیں مکمل کنٹرول ہے۔ افغان عوام ان کی مرضی کے مطابق چلیں گے۔ ان کے تمام احکامات اور مطالبات قبول کریں گے۔ وہ زیادہ پُرامید تھے کہ افغان عوام کی اکثریت نے جمہوریت کے حق میں ووٹ دیا۔ جب کہ مستقبل میں اس سے زیادہ لوگ ووٹ کاسٹ کریں گے۔ جب 2009 میں صدارتی انتخابات ہو رہے تھے تو امریکی حکام نے توقع ظاہر کی تھی 20 ملین سے زیادہ لوگ اپنا حق رائے دہی استعمال کریں گے۔ انہیں اس وقت شرمندگی ہوئی، جب نام نہاد الیکشن میں 6 ملین سے بھی کم لوگوں نے ووٹ استعمال کیا۔ ووٹرز کی تعداد میں نصف کمی واقع ہوئی۔ جس پر مغربی قوتوں نے حیرت کا اظہار کیا اور افغانستان میں اپنی کامیابی کا دعویٰ کرنے کے بجائے انہوں نے اپنے کٹھ پتلی حکمرانوں کی عدم کارکردگی کا شکوہ کیا۔ یہ تاثر دیا کہ افغان حکام نے عوام اور ملک کے لیے اچھی کارکردگی کا مظاہرہ نہیں کیا، جس کی وجہ سے عوام نے انتخابات میں دل چسپی ظاہر نہیں کی۔ انہوں نے افغان عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔ کرزئی اور اس کی انتظامیہ کو تنقید کا نشانہ بنا کر اپنی صفائی پیش کرنے کی کوشش کی۔ کبھی کہتے کہ ملک سے بدعنوانی اور کرپشن کا خاتمہ کیا جائے۔ کبھی دھمکی دیتے کہ کرپشن کا خاتمہ کیے بغیر وہ اپنی امداد روک دیں گے۔ وغیرہ

جب امریکا پر واضح ہوا کہ افغان عوام ان کی موجودگی سے مطمئن نہیں ہیں اور وہ امریکی منافقت کو بھی سمجھ چکے ہیں تو انہوں نے حامد کرزئی کا صفحہ تبدیل کر دیا۔ ان کے بجائے ایک اور کٹھ پتلی اشرف غنی کا انتخاب کیا گیا۔ صدارتی الیکشن کی تاریخ کے اعلان سے قبل امریکی حکام کے اشارے پر بین الاقوامی میڈیا نے اشرف غنی کے حق

میں اتنی مہم چلائی کہ انہیں عالمی سطح پر ایک مفکر کے طور پر پیش کیا۔ یہ تاثر دیا کہ وہ نہایت زیرک اور منجھے ہوئے سیاست دان ہیں۔ اگر وہ صدر منتخب ہو گئے تو ملک میں امن قائم کریں گے۔ افغان عوام نے بھی ان پر کسی حد تک اعتماد کیا اور نام نہاد الیکشن میں ان کے حق میں ووٹ کاسٹ کیا۔ 2014 کے الیکشن میں 7 ملین لوگوں نے حصہ لیا۔ اتنے وسیع پیمانے پر پروپیگنڈے کے باوجود کرزئی کی دوسری مدت کے الیکشن سے محض ایک ملین زیادہ ووٹ ڈالے گئے۔

پچھلے پانچ سالوں کے دوران اشرف غنی قوم میں ایسے ناقابل اعتماد شخص ثابت ثابت ہوئے کہ افغانستان کی تاریخ میں ان جیسا بے ضمیر شخص نہیں گزرا۔ وہ نہ صرف امریکی فوج کے مظالم پر خاموش رہے، بلکہ ان جرائم پر امریکی فوج کا شکریہ ادا کرتے۔ چناں چہ افغان قوم اشرف غنی سے بدظن ہو گئے۔ عوام ان سے نہایت نفرت کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے 28 ستمبر کو جعلی انتخابات میں عوام نے حصہ نہیں لیا۔ سرکردہ رہنماؤں کے ضمیر کو لاکھوں ڈالر کے ذریعے خریدنے، میڈیا پر بھرپور مہم چلانے اور قوم کو ایک بار پھر دھوکہ دینے کی تمام کوششوں کے باوجود صرف 2 ملین عوام نے جعلی الیکشن میں حصہ لیا۔ جب کہ اس وقت افغانستان میں 37 ملین لوگ آباد ہیں۔ جن میں 23 ملین لوگوں کے نام انتخابی فہرستوں میں درج ہیں۔ کیا 2 ملین لوگوں کی رائے سے منتخب ہونے والی حکومت 37 ملین لوگوں کی نمائندگی کر سکتی ہے؟ کیا یہ انصاف ہوگا کہ 20 لاکھ جعلی ووٹوں کو ساڑھے تین کروڑ لوگوں کی رائے کے برابر سمجھا جائے؟

الیکشن کمیشن کے اعلان کردہ تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق دارالحکومت کابل میں چالیس لاکھ افراد میں سے صرف 4 لاکھ افراد نے ووٹ کاسٹ کیا۔ کیا یہ انصاف ہوگا کہ چار لاکھ افراد چالیس لاکھ افراد کی نمائندگی کریں؟ اقلیت کو اکثریت پر مسلط کرنے سے لوگ کس طرح حکمران تسلیم کریں گے؟ جب وفاقی دارالحکومت کابل کی صورت حال یہ ہے، جہاں امن بھی کسی حد تک قائم ہے تو باقی ملک کی کیا صورت حال ہو گی، جہاں طالبان کا اثر و رسوخ بھی زیادہ ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے افغان عوام نے جعلی الیکشن پر عدم اعتماد کا اظہار کیا ہے۔ قوم بخوبی جانتی ہے کہ موجودہ حالات کے تناظر میں انتخابات کی نہیں، امن کی ضرورت ہے۔ پہلے امن قائم کرنا چاہیے تھا۔ جب کہ اشرف غنی نے امن کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کر کے امن کا موقع اس لیے ضائع کر دیا کہ قیام امن سے ان کے ذاتی مفادات کو نقصان ہوتا ہے۔ لہذا انہوں نے انتخابات کے ڈرامے سے امن عمل کو نقصان پہنچایا۔ امن کے لیے جاری کوششوں کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی۔ تاہم عوام نے اس پر شدید ردعمل ظاہر کیا۔ انتخابی عمل کا بائیکاٹ کر کے اشرف غنی کو پیغام دیا کہ وہ امن چاہتے ہیں۔ اس لیے امن کوششوں کو سبوتاژ کرنے والے الیکشن کا بائیکاٹ کرتے ہیں۔ عوام کے بائیکاٹ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عوام کی اکثریت امن کی حامی اور اشرف غنی کی مخالف ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ ان انتخابات کے نتیجے میں بننے والی حکومت قانونی نہیں ہو گی۔ افغانوں کی اکثریت حکومت کی مخالفت کرے گی۔ یہ تاریخ کی سب سے کمزور حکومت ہو گی۔

عوام کی ذمہ داری ہے کہ وہ قابض قوتوں اور کٹھ پتلی حکومت کے خلاف آواز بلند کریں۔ مستقبل کے تعین کرنے کا اختیار اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ قابض قوتوں سے انخلا کا مطالبہ کریں۔ امریکی قبضے سے بدامنی جنم لیتی ہے۔ جب تک یہ قبضہ ختم نہیں ہوتا، حقیقی امن نہیں آ سکتا۔ یہ اچھی بات ہے کہ قوم نے بہادری کے ساتھ جعلی الیکشن کا بائیکاٹ کیا ہے۔ امریکا کو بھی افغان عوام کی اکثریت کا فیصلہ سمجھنا چاہیے۔ افغان عوام ان کے حربوں اور تدبیروں سے خوف زدہ نہیں ہیں۔ عوام کو دھوکہ نہیں دیا جا سکتا۔

بہتر ہے امریکا ماضی کے ناکام تجربات دہرانے کے بجائے از سر نو نئی پالیسی تشکیل دے۔ امن معاہدے کے مطابق انخلا یقینی بنائے۔ افغان عوام نے ان سب کے خلاف اپنا فیصلہ سنا دیا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ امریکا ناجائز قبضہ ختم کر کے یہاں سے نکل جائے۔

فتوحات کا تیز سلسلہ

حبیب مجاہد

الفتح آپریشن کے سلسلے میں فدائی حملوں، شہروں میں ٹارگٹ حملے، گوریلا اور نفوذی حملوں کے علاوہ روز مرہ کی مختلف النوع کارروائیوں کے ساتھ ساتھ یہاں مسلسل اضلاع کی فتوحات جاری ہیں۔ اب کی بار اضلاع کی مسلسل فتوحات تعداد اور کیفیت کے اعتبار سے اتنی اعلی ہیں، جس کی ماضی میں مثال نہیں ملتی۔ محض گزشتہ ستمبر کے آغاز کے ساتھ ہی مجاہدین نے قندوز، بغلان، تخار، مزار شریف، فاریاب، فراہ اور کچھ دیگر صوبوں میں وسیع پیمانے پر حملے کیے۔ قندوز، بغلان اور فراہ کے اضلاع میں پہلی بار ان کے مراکز پر حملے ہوئے۔ مجاہدین قندوز اور فراہ کے شہروں میں داخل ہوگئے۔ بہت سے علاقوں پر اپنا کنٹرول قائم کر لیا۔ اسی طرح پل خمری شہر کے چند حصوں پر بھی قبضہ کر لیا۔ یہ شہر کئی ہفتوں تک مجاہدین کے مکمل محاصرے میں رہا۔ جب دشمن نے اپنی پوری طاقت صوبائی مراکز کے دفاع پر مرکوز کر دی تو مجاہدین نے اضلاع کی فتوحات کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مجاہدین نے تین ستمبر کو صوبہ بلخ کا ضلع زارع فتح کر لیا۔ 6 سے 11 ستمبر تک قندوز، بغلان اور تخار میں قابل ذکر کامیابی حاصل کیں۔ قندوز میں ضلع خان آباد، دشت آرچی اور قلعہ زال کے اضلاع پے درپے فتح کر لیے۔ بغلان میں گزرگاہ نور کا ضلع فتح ہوا۔ تخار میں خواجہ غار، ینگی قلعہ اور درقد اضلاع کے مراکز مجاہدین کے زیر قبضہ آگئے۔ ان تمام کارروائیوں میں بڑی مقدار میں اسلحہ، مختلف اہم وسائل اور مختلف نوعیت کے نقل وحمل کے ذرائع ہاتھ آئے۔ بڑی تعداد میں دشمن کے فوجی ہلاک اور زخمی ہوگئے۔

اضلاع کی فتوحات کا سلسلہ یہیں نہیں رکا۔ اسی مہینے کے آخر تک جاری رہا۔ 14 ستمبر کو صوبہ فراہ کے ضلع بالا بلوک کے مرکز سمیت گرانی، گنج آباد اور شیوان کے علاقوں میں دشمن کی تمام اہم چیک پوسٹ اور اہم مراکز فتح کر لیے۔ 21 ستمبر کو زابل کے ضلع شاہ جوئی کے سابق ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر اور آس پاس کی بہت سی پوسٹیں مجاہدین کے قبضے میں آگئیں۔ پانچ دن بعد 26 ستمبر کو سمنگان کا ضلع درہ صوف پائین فتح ہوگیا۔ مجاہدین کو بڑی تعداد میں مالِ غنیمت ہاتھ لگا۔ اسی ماہ 27 تاریخ کو فاریاب، قرمقل اور تخار میں خواجہ غار اور بہارک کے اضلاع مجاہدین کے زیر کنٹرول آگئے۔ ایک دن بعد جوزجان کے ضلع درزآب کا مرکز فتح ہوا۔ 29 ستمبر کو تخار میں ضلع چاہ آب دشمن کے وجود سے پاک ہوگیا۔ مجاہدین تالقان شہر تک پہنچ گئے ہیں۔ ذرائع ابلاغ کا کہنا ہے کہ تالقان سے کابل کا رابطہ منقطع ہو چکا ہے۔ ہو سکتا ہے مجاہدین اس پر بڑا حملہ کر دیں۔ مجاہدین کی یہ مسلسل پیش رفت اور اضلاع کی فتوحات بتاتی ہیں کہ مجاہدین ماضی کی نسبت زیادہ طاقتور اور مضبوط پوزیشن پر ہیں۔

مجاہدین دشمن کی تمام تر فوجی وحشت اور بمباری کے ساتھ ساتھ ماضی کی نسبت زیادہ مضبوط ہیں۔ فتوحات کا سلسلہ جاری ہے۔ ماضی کی نسبت قلیل عرصے میں بہت زیادہ علاقے اور اضلاع دشمن کے وجود سے پاک ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالی سے امید ہے مجاہدین کی فتوحات کا سلسلہ مزید مضبوط ہوگا۔ دشمن سیاسی میدان کی طرح عسکری میدان میں بھی ذلیل اور رسوا ہوگا۔ ان شاءاللہ۔

امارت اسلامیہ ایک حکومت ہے

ابو اسامہ

مجھے ایک دن ٹیلی ویژن کے ایک ٹاک شو میں مدعو کیا گیا، جہاں افغانستان کی موجودہ سیاسی صورت حال پر گفتگو جاری تھی۔ پروگرام کے میزبان نے شریک ایک مہمان سے سوال کیا کہ طالبان ایک جنگجو تنظیم ہے، آپ اسے کس نظر سے دیکھتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ طالبان ایک جنگجو تنظیم نہیں، بلکہ یہ ایک تحریک ہے۔ جب میری باری آئی تو میں نے سیاسی علوم کے ایک طالب علم کی حیثیت سے اس سوال کا جواب دیا کہ طالبان نہ ایک جنگی تنظیم ہے اور نہ محض ایک تحریک! جنگی تنظیم اور تحریک کی ایک علیحدہ تعریف ہے۔ طالبان ان تعریفوں سے بہت آگے جا چکے ہیں۔ اگر زمینی حقائق کو تسلیم کر لیا جائے تو واضح ہوگا کہ 2001ء سے قبل طالبان کی پہچان ان کی قائم کردہ حکومت تھی۔ وہ آج بھی اسی حکومت کے نمائندے ہیں۔ جو لوگ سیاسی علوم پر دسترس نہیں رکھتے، ممکن ہے وہ حکومتی نمائندے ان لوگوں کو سمجھتے ہوں، جو کسی اعلیٰ عمارت کے لگژری دفتر میں بیٹھے ہوں یا وہ لوگ، جو بین الاقوامی سطح پر وسیع سفارتی تعلقات رکھتے ہوں۔ شاید کچھ لوگ باقاعدہ حکومت اسے تسلیم کرتے ہوں، جسے امریکا کی سیاسی اور عسکری امداد 'نصیب' ہو۔ اس کے برعکس ایک حکومت، جسے قومی اور بین الاقوامی سطح پر تسلیم کر لیا گیا ہو، بین الاقوامی قواعد کے تحت وہ حکومت چار معیارات پر پوری اترتی ہو تو پھر اسے حکومت تسلیم کر لینا چاہیے۔ اول: اس کے پاس علاقہ ہو۔ دوم: اس کی حدود میں آبادی ہو۔ سوم: اس کے پاس حکم نافذ کی صلاحیت ہو۔ چہارم: اسے خود مختاری حاصل ہو۔

یہ بات واضح ہے امارت اسلامیہ اپنے دور میں 95 فیصد علاقے پر کنٹرول رکھتی تھی۔ اس 95 فیصد کی آبادی شرعی حکومت کے سائے تلے امن و سکون کی زندگی گزار رہی تھی۔ اسی طرح امارت اسلامیہ کی حکومت اور خود مختاری کی مثال معاصر دنیا میں ملنا مشکل ہے۔ اب بھی تھوڑے سے فرق کے ساتھ امارت ان تمام معیارات پر پورا اترتی ہے۔ امارت اسلامی ایک تسلیم شدہ حکومت تھی اور ہے۔ افغانستان اور خطے کی آبادی اس بات کی شاہد ہے کہ 2001ء سے قبل افغانستان کے 95 فیصد سے زیادہ علاقہ طالبان کے کنٹرول میں تھا۔ شمالی اتحاد کے چند جنگجو، جنہیں بین الاقوامی دنیا کی مکمل سپورٹ حاصل تھی، وہ ملک میں دہشتگردانہ کارروائیوں میں ملوث تھے۔ ان کے رہنما 'کولاب' کے محلات میں رہ کر کفار سے ہر طرح کی سپورٹ حاصل کرتے رہے۔ تاکہ امارت اسلامیہ کے خلاف اپنے آقاؤں کے مذموم اہداف کو پورا کیا جائے۔

CIA کے ان کرائے کے قاتلوں نے اپنے عوام کے خلاف ان جرائم کا ارتکاب کیا، جس کی مثال تاریخ میں بہت کم ملتی ہے۔ دوسری جانب امریکا اور اس کے اتحادیوں نے تمام بین الاقوامی قوانین کو روند کر افغانستان پر جارحیت کی۔ امارت اسلامیہ نے مدبرانہ سیاست اور پالیسی کی روشنی میں زیادہ جانی نقصانات اور ایک المیے اور بحران کا راستہ روکنے کے لیے جنگی تکنیک کے تحت اپنے افراد کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا۔ بعد میں دیکھتے ہی دیکھتے امریکی فوج نے اپنے ہاتھوں ایک تنظیم کی بنیاد رکھی، جسے حکومت کا نام دیا گیا۔ یہ انتظامیہ کرپشن، اخلاقی بے راہ روی، ظلم و جبر میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ ایک ملک کی تسلیم شدہ حکومت، جو عوام کی بیش بہا قربانیوں کے تحت وجود میں آئی ہو، اس کے خلاف دنیا کے قوانین کے برعکس جارحیت ایک ناجائز عمل ہے۔ اس ناجائز اقدام کے خلاف امارت اسلامیہ کی رہنمائی میں افغانستان کے تمام قبائل نے امریکا اور اس کے 48 اتحادیوں کے خلاف مقدس جہاد کا آغاز کیا۔ تاکہ غیروں کے ہاتھوں غصب آزادی دوبارہ حاصل ہو۔ ایک بار پھر اپنی کھوئی ہوئی اسلامی حکومت کا قیام عمل میں لایا جائے۔ طالبان اور عوام نے مل کر بیش بہا قربانیوں کی بدولت جہاد کے محاذوں کو گرم رکھا ہے۔ طالبان کی انہیں قربانیوں کا نتیجہ تھا کہ امریکا نے طالبان کی طرح اپنی تاریخ کے کسی بھی مقبوضہ ملک کے ساتھ اتنے طویل مذاکرات نہیں کیے تھے۔ امریکا اور نیٹو اب مذاکرات کی دہائیاں دے رہے ہیں۔ یہی وہ موقف ہے، جو دو عشرے قبل امارت اسلامیہ کا تھا، لیکن دنیا جنگ کے آپشن پر آ گئی۔

ایک حکومت کی حیثیت دو حوالوں سے اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ پہلی اس کی عوامی حیثیت اور دوسری قانونی حیثیت! الحمد للہ! طالبان کی عوام میں مقبولیت بھی پناہ ہے۔ قانونی حیثیت سے بھی وہ ایک حکومت کے طور پر اپنی دفاعی جنگ لڑ رہے ہیں۔ اگر افغانستان کی صورت حال کو دیکھا جائے تو ایک مسلح تنظیم دنیا کے 48 ممالک کے ساتھ 20 سال تک مسلح جدوجہد نہیں کر سکتی۔ طالبان عوام کے نمائندے ہیں۔ افغان جنگ نے ثابت کیا ہے کہ عوام اور طالبان ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔ مغربی کفار کے خلاف سیاسی اور عسکری میدان میں ملنے والی کامیابیاں اللہ کی نصرت اور عوام کی طالبان کے ساتھ بھرپور حمایت اور قربانیوں کا نتیجہ ہیں۔

سعودی تیل تنصیبات پر حملہ

حسن مہمند

14 ستمبر کو سعودی عرب میں علاقوں بقیق اور خریص میں تیل کمپنی 'آرامکو' کی تنصیبات پر ڈرون حملہ ہوا، جس سے سعودی عرب کو بھاری معاشی نقصان پہنچا۔ سعودی حکومت نے اس حملے کو نائن الیون جیسا واقعہ قرار دیا۔ بقیق سعودی عرب کے مشرقی صوبے دمام میں واقع ہے۔ یہ دارالحکومت ریاض سے تقریبا 330 کلو میٹر دور ہے۔ یہاں یومیہ 70 لاکھ بیرل تیل نکالا جاتا ہے۔ اس مرکز پر 13 برس قبل 2006 میں القاعدہ نے حملہ کرنے کی کوشش کی تھی، تاہم سکیورٹی فورسز نے اسے ناکام بنادیا تھا۔ سعودی عرب کے اعداد و شمار کے مطابق خریص میں واقع تیل تنصیبات کے 20 ارب بیرل کے ذخائر موجود ہیں، جن سے ہر روز 10 ملین کا تیل نکالا جاتا ہے۔

ان حملوں کے فورا بعد بین الاقوامی مارکیٹ میں پیٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں دس فیصد تک اضافہ ہوا۔ جو پچھلے چار ماہ میں تیل کی قیمتوں کی بلند ترین سطح ہے۔ یمنی حوثیوں نے ان حملوں کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے مزید حملوں کی دھمکی بھی دی ہے۔ امریکی صدر ٹرمپ نے ان حملوں کا الزام ایران پر لگایا اور کہا کہ ایران نے ڈرون طیاروں سے یہ حملہ کیا۔ تیل تنصیبات پر حملوں کے بعد سعودی حکام نے بھی ایران پر الزام عائد کرتے ہوئے کہا ہے کہ حملوں میں ایرانی میزائل استعمال کیے گئے ہیں۔ سعودی عرب کے فوجی ترجمان ترکی المالکی نے دارالحکومت ریاض میں صحافیوں کو بتایا کہ تازہ ترین تحقیقات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حملے میں ایرانی ہتھیار استعمال ہوئے ہیں۔ ایرانی وزیر خارجہ جواد ظریف نے کہا ہے کہ ہم جنگ نہیں چاہتے، لیکن سعودی عرب یا امریکا ہم پر جنگ مسلط کرتے ہیں تو ہم اپنا دفاع کریں گے۔

اس میں شک نہیں کہ غیر ملکی یلغار کے خلاف ہر ایک کو اپنا دفاع کرنے کا حق ہے۔ حوثیوں کے خلاف جنگ میں سعودی عرب مصروف ہے۔ حوثی ایران اور روس سے ہتھیار حاصل کر رہے ہیں۔ اب وہ ڈرون حملے بھی کرنے لگے ہیں۔ حوثیوں نے اس سے قبل بھی سعودی عرب کے اہم مقامات پر حملوں کی کوشش کی ہے۔ سعودی فورسز نے ہر بار ان حملوں کو ناکام بنایا۔ جب کہ اس بار انہوں نے کامیاب حملہ کیا، جس سے سعودی عرب کو بھاری نقصان ہوا۔

تیل کی ان دو بڑی تنصیبات پر حملوں کے بعد امریکا نے سعودی عرب کی حمایت کا اعلان کیا اور ان حملوں کے خلاف شدید رد عمل ظاہر کرنے پر بھی آمادگی ظاہر کی۔ جب کہ روس نے بھی سعودی عرب کو دفاعی نظام فراہم کرنے کی پیش کش کی۔ صدر ولادی میر پوٹن نے سعودی عرب کو ایس 400 میزائل کا دفاعی نظام فراہم کرنے کی پیشکش کرتے ہوئے کہا کہ اس جدید دفاعی نظام کی مدد سے سعودی عرب ڈرون اور میزائل حملوں سے محفوظ رہے گا۔ اگر سعودیہ چاہتا ہے تو ہم مدد کے لیے تیار ہیں۔ پوٹن نے مزید کہا کہ ایران اور ترکی میں بھی ہم نے یہ دفاعی نظام قائم کیا ہے۔ ترکی میں اپریل 2020 تک یہ دفاعی نظام کام شروع کرے گا۔ روس اور امریکا کی ان کوششوں کو دیکھا جائے تو یہ بات حقیقت ہے کہ بین الاقوامی طاقتیں خطے میں اپنا اثر ورسوخ بڑھانے اور اسلحہ کی فروخت کے لیے جنگ بھڑکانے کی کوشش کر رہی ہیں۔

سعودی عرب نے پہلے ہی امریکا سے پیٹریاٹ دفاعی نظام خریدا تھا۔ یہ نظام حوثیوں کے حملے روکنے میں ناکام رہا ہے۔ جس پر روس نے امریکا کا دفاعی نظام ناکام قرار دیا۔ جب کہ روس کا ایس 400 دفاعی نظام دنیا بھر میں کامیاب سمجھا جاتا ہے۔ ایران نے بھی یہ جدید ترین دفاعی نظام روس سے حاصل کیا ہے۔ سعودی عرب میں امریکی فوج اور جدید پیٹریاٹ دفاعی نظام کی موجودگی میں اتنے بڑے پیمانے پر حملے ہوتے ہیں، جو درحقیقت امریکا کی ناکامی کی واضح دلیل ہے۔ اس امکان کو بھی رد نہیں کیا جا سکتا کہ ان حملوں کے پیچھے امریکی سازش کارفرما ہے۔ عراق اور ایران کی جنگوں میں بھی دونوں ممالک امریکا اور روس کے ہتھیار

استعمال کرتے تھے۔ امریکا اور روس نے انہیں اسلحہ مفت نہیں دیا۔ ایران اور عراق ان ہتھیاروں کے حصول کے لیے اپنے بجٹ میں دفاعی بجٹ کے نام پر ایک بڑا حصہ مختص کرتے تھے۔

اسرائیلی حکومت نے کہا ہے سعودی تیل تنصیبات پر حملے کے لیے عراقی سرزمین استعمال کی گئی ہے۔ عراقی فورسز نے ایرانی ڈرون کے ذریعے سعودی تنصیبات کو نشانہ بنایا ہے۔ عراقی وزیر اعظم نے ان الزامات کی تردید کی اور کہا کہ عراق کی سرزمین کسی کے خلاف استعمال نہیں کرنے دیں گے۔ ابھی تک ایسا ہوا بھی نہیں ہے۔ چین نے ایران اور امریکا دونوں سے صبر و برداشت کی اپیل کی ہے۔ چینی وزارت خارجہ نے کہا ہے بغیر ثبوت کے الزام عائد کرنا غلط ہے۔ چینی حکومت ان تمام اقدامات کی مذمت کرتی ہے، جن سے خطے میں کشیدگی بڑھ سکتی ہے۔ روسی صدر نے ایران پر لگائے گئے الزامات کی تردید کی ہے۔ صدر کے ترجمان نے کہا ہے کہ ایران کے خلاف طاقت کا استعمال ناقابل قبول ہے۔ اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل کے ترجمان نے دونوں ممالک سے صبر و تحمل کا مطالبہ کیا ہے۔

دنیا میں آمنے سامنے جنگ کرنے، ایک دوسرے کے خلاف ہتھیار استعمال کرنے کے بجائے دشمن ملک کی معیشت کو متاثر کرنے کا رجحان عروج پر ہے۔ اب سعودی عرب اور ایران کا مسئلہ دنیا کا سب سے بڑا موضوع بن گیا ہے۔ دونوں ممالک کے مابین پروپیگنڈا مہم جاری ہے۔ سفارتی تعلقات منقطع ہو چکے ہیں۔ دونوں ممالک براہ راست جنگ سے گریز کر رہے ہیں۔ اگر دوسرا حملہ ہوا یا دارالحکومت ریاض پر حملہ ہوا اور حوثیوں نے ذمہ داری قبول کی تو ہو سکتا ہے حالات شدت اختیار کریں۔ دونوں ممالک کے درمیان براہ راست جنگ چھیڑنے کا امکان رد نہیں کیا جا سکتا۔ جس سے نہ صرف دونوں ممالک تباہ ہو جائیں گے، بلکہ پورا مشرق وسطی جنگ کے میدان میں بدل جائے گا۔

یمنی جنگ کا یہ پانچواں سال ہے۔ حوثیوں کو رقم، ہتھیار اور دیگر تمام فوجی ساز و سامان ایران فراہم کر رہا ہے۔ اس سال یمن کی جنگ سعودی عرب کے بڑے شہروں تک پہنچ چکی ہے۔ اب حوثیوں نے سعودی سرحدی شہروں پر حملے شروع کیے ہیں۔ وہ ریاض تک حملوں کا دائرہ بڑھانا چاہتے ہیں۔ سعودی کے اتحادیوں کا ہدف یمن کو حوثیوں کے قبضے سے محفوظ رکھنا ہے۔ اس مقصد میں سعودیہ کامیاب ہے، لیکن اسے بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑا اور یمنی عوام کو بھی تباہی اور بربادی کا سامنا کرنا پڑا۔

سعودی تنصیبات پر حملوں بارے بعض تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ یمن 1000 کلو میٹر دور ہے۔ عراق 5 سو کلو میٹر اور ایران 3 سو کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ لہذا یہ حملے یمن سے نہیں، بلکہ عراق سے ہوئے ہیں۔ عراق ایک نام نہاد ریاست ہے۔ جہاں حکومتی رٹ نہیں ہے۔ تمام تر اختیارات امریکا کے پاس ہیں۔ اگرچہ سعودی وزیر دفاع نے ایک پریس کانفرنس میں ایران کی جانب سے حملے کے تمام ثبوت پیش کیے ہیں۔ ایسا نہیں لگتا کہ ایران نے سعودی عرب پر حملہ کیا ہو۔ اگر ثابت ہوا تو ایران کو شدید بین الاقوامی رد عمل کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ اس حملے سے امریکا نے بہت سے اہداف حاصل کیے ہیں۔ امریکا خلیج میں اپنی فوجی موجودگی کو مستحکم کرے گا۔ اس حملے کے بعد عرب دنیا میں ایران کا مصنوعی خوف مزید بڑھا دیا گیا۔ ٹرمپ کا یہ بیان کہ امریکا نے سعودیہ کی حفاظت کا ٹھیکہ نہیں لیا اور محمد بن سلمان کی جانب سے امریکی فوجی اتحاد میں شمولیت کا اعلان اس بات کا واضح ثبوت ہے۔ اب متحدہ عرب امارات، سعودی عرب اور کویت امریکا سے ہتھیار خریدنے کے نئے معاہدوں پر دستخط کریں گے۔ یوں امریکا ان دولت مند ممالک کو اچھی طرح لوٹ سکے گا۔

ایسا لگتا ہے سعودی حکمران یہ بات جانتے ہیں کہ امریکا کی دوستی پر اعتماد نہیں کرنا چاہیے۔ سعودیہ کا دفاع محض جھوٹ ہے۔ اس لیے امریکا نے ایران کے خلاف اتنا سخت لہجہ استعمال نہیں کیا، جتنے یہ حملے شدید تھے۔ ان تمام تر حالات کو دیکھ کر اسلامی دنیا کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ آپس کے اختلافات پس پشت ڈال کر عالم کفر کا مقابلہ کرے۔ عراق جیسے کمزور ملک کے بجائے مضبوط ممالک کے مؤثر حکمران یہ کردار ادا کریں۔ دونوں ممالک کے مابین تمام مسائل کے حل کے لیے حقیقی کوششیں کریں، تاکہ یہ خطہ بڑی تباہی سے بچ جائے۔ بیرونی مداخلت کا راستہ بھی بند کیا جائے۔

الیکشن کے نام پر امریکی سلیکشن

محسن پکتین

الیکشن اور سلیکشن بظاہر ایک جیسے نظر آنے والے لفظ ہیں۔ معنی کے اعتبار سے ایک دوسرے کے بالکل متضاد ہیں۔ یہاں الیکشن کے جو معنی مراد ہیں، اس کا مطلب عوام کا انتخاب، جب کہ سلیکشن کا مطلب غیروں کا انتخاب ہے۔ امریکا گزشتہ دو دہائیوں سے ہمارے سادہ لوح عوام کو الیکشن کے نام پر دھوکہ دے رہا ہے۔ یہ سازش طویل المدت اور پیچیدہ ہوتی ہے۔ اس سال کے انتخابات کے ڈرامے کو عوام نے انتخابات میں شرکت نہ کر کے مسترد کر دیا ہے۔ الیکشن کے نام پر سلیکشن کا ڈرامہ ایک ایسے وقت میں انجام دیا گیا ہے، جب افغان قوم کو ماضی کی نسبت سب سے زیادہ مذاکرات کی کامیابی اور امن وامان کی بحالی کی امید تھی۔ امریکا اور اس کے کٹھ پتلی اپنے ذاتی مفادات کی خاطر الیکشن کو ہی زیادہ ترجیح دیتے رہے۔ افغان قوم کو خدشہ ہے اس سے امن وامان اور مذاکرات کی دوبارہ بحالی کے لیے شاید انہیں دو دہائیاں مزید انتظار کرنا پڑے۔

2014ء کے انتخابات کے بعد لوگوں کا الیکشن سے اعتماد اٹھ گیا تھا۔ اس مرتبہ جب پوری قوم امن کی خواہاں اور مسائل کو پرامن طریقے سے حل کرنے کا مطالبہ کر رہی تھی تو بڑی چالاکی اور دھوکے سے الیکشن کے نام پر ایک بار پھر زرخرید عناصر مسلط کیے جا رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے طالبان نے عوام سے ان جعلی انتخابات میں حصہ نہ لینے کی اپیل کی، جس کو عوام نے شرکت نہ کر کے قبول کیا۔ تاکہ وہ دنیا کو بتا سکیں کہ ہم غیر ملکی اور ان کے ایجنٹوں سے تنگ ہیں۔ ان کے نمائندے کسی طور پر ہمارے نمائندے نہیں ہو سکتے۔ نام نہاد انتخابات کے بعد کٹھ پتلی انتظامیہ کے الیکشن کمیشن، انتخابی کارکن اور انتخابی مراکز جانے والے میڈیا کے نمائندوں نے خود ہی اعتراف کیا کہ الیکشن میں ٹرن آؤٹ نہایت کم رہا۔ کیوں کہ اس سال ڈالے گئے ووٹوں کی تعداد گزشتہ انتخابات سے کم رہی۔

بائیو میٹرک، رجسٹریشن فارم پر اسٹیکر کے نہ ہونے سے الیکشن کمیشن کا سیکڑوں انتخابی مراکز سے رابطہ نہ ہونے، انتخابات سے پہلے کئی امیدواروں کے ووٹوں سے بھرے بیلٹ بکس، انتخابات کے روز طالبان کے حملوں کا خدشہ اور کئی علاقوں میں الیکشن کا بالکل نہ ہونا وہ عوامل تھے، جو انتخابات کی ناکامی میں بنیادی کردار ادا کر رہے تھے۔

جن لوگوں نے انتخابات میں حصہ لیا، ان میں اکثر انتخابی امیدواروں کے رشتہ داروں، این جی اوز کے ارکان اور کچھ ورغلائے گئے افراد تھے۔ جن کے استعمال کردہ ووٹ نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اب جو بھی مسند اقتدار پر بیٹھے گا، وہ امریکا کا مہرہ ہو گا نہ کہ عوام کا انتخاب! طالبان نے جب بھی عوام سے ان کے مفاد کے بارے میں کوئی اپیل کی ہے، عوام نے اسے لبیک کہہ کر من وعن تسلیم کیا ہے۔ طالبان نے دشمن کو بھی خبردار کیا تھا کہ ان کا یہ منصوبہ کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ انتخابی مراکز پر حملے کیے جائیں گے۔ دشمن بھی طالبان کے قول وفعل کی صداقت کو اچھی طرح بھانپ چکا ہے۔ اس لیے انہوں نے طالبان کے زیرکنٹرول علاقوں میں بالکل انتخابی مراکز کھولے ہی نہیں۔ اس نے اپنی ساری توانائی میڈیا پروپیگنڈے پر صرف کی۔ جو مراکز میڈیا کے پروپیگنڈے اور دنیا کو دکھانے کے لیے کھولے گئے، ان میں سے بھی اکثر پر طالبان نے حملے کیے۔ جب کہ باقی ماندہ مراکز میں لوگوں کا ٹرن آؤٹ قومی غیرت اور اسلامی احساس کی وجہ سے کافی کم تھا۔

اگر کٹھ پتلی انتظامیہ اپنے غیر ملکی آقاؤں کے اشاروں پر ناچتے ہوئے دن رات الیکشن کی کامیابی کے لیے ایک کر سکتے ہیں تو طالبان نے بھی اس منصوبے کی ناکامی کے لیے تن من دھن کی بازی لگائی۔ جس میں طالبان کامیاب ہوئے۔ طالبان

نے پوری تیاری کے ساتھ الیکشن کے دن مختلف حکومتی اور انتخابی مراکز پر 350 سے زیادہ چھوٹے بڑے حملے کیے۔ جس میں سیکڑوں حکومتی اہل کار ہلاک و زخمی ہوئے۔ ایک بڑے فوجی مرکز سمیت کئی دشمن کی چوکیاں فتح ہوئیں۔ جس کے نتیجے میں بھاری اسلحہ بھی مجاہدین کے ہاتھ لگا اور ساتھ ہی دشمن کا انتخابی ڈرامہ فلاپ ہو کر رہ گیا۔ اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ طالبان اپنے موقف پر سختی سے ڈٹے رہتے ہیں۔ جب کہ دوسری جانب کابل کٹھ پتلی انتظامیہ انتخابات سے قبل زمین آسمان کے قلابے ملا کر کہہ رہی تھی کہ انتخابات کے لیے ایک لاکھ سکیورٹی اہل کار تعینات کیے جائیں گے۔ پاکستان سے بھی اس ضمن میں مدد طلب کی گئی۔ غیر ملکی فوج تو پہلے ہی موجود تھی۔ انتخابی مراکز کی تعداد، بائیو میٹرک سسٹم، غرض عوام کو ورغلانے اور مطمئن کرنے کے لیے سارا زور صرف کر ڈالا۔ انتخابات کے دن 20 فیصد لوگوں نے انتخابات میں حصہ لینے اور طالبان کے حملوں کا راستہ روکنے کی عدم صلاحیت نے دشمن کے ایک لاکھ سکیورٹی اہل کاروں کا پول کھول دیا۔ اب بھی کٹھ پتلی انتظامیہ ان انتخابات کو کامیاب قرار دیتی ہے تو یہ صرف ایک پروپیگنڈا ہے۔

طالبان سمیت ملکی اور غیر ملکی تجزیہ کاروں، سیاست دانوں اور صحافیوں نے نام نہاد الیکشن سے قبل ہی اس کی شفافیت پر سوالات اٹھانے اور اس خدشے کا اظہار کیا تھا کہ متعدد عوامل کے ساتھ یہ الیکشن افغان مسئلے کے حل کے لیے رواں مذاکرات کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ انتخابات مسئلے کا حل ثابت نہیں ہو سکتے۔ یہ اس مسئلے کو مزید پیچیدہ بنانے کا باعث بن سکتا ہے۔ اسی وجہ سے عوام سمیت کئی لوگوں نے انتخابات کی مخالفت کی تھی۔ امریکا نے طالبان پر دباؤ ڈالنے کے لیے الیکشن کروائے۔ جسے کٹھ پتلیوں نے مذاکرات کے سبوتاژ ہونے کے لیے خوب سراہا۔ اس پر خوشی کا اظہار کیا۔ ایک طرف نئی کٹھ پتلی انتظامیہ تیار ہو رہی ہے تو دوسری جانب امریکا کا مذاکرات سے پیچھے ہٹنا یہ دونوں حربے طالبان کو دباؤ میں لانے کے لیے تھے۔ امریکا شروع ہی سے اپنے کٹھ پتلیوں کی مسلسل ناکامیوں، جنگ کی طوالت اور طالبان کی جنگی اسٹریٹیجی کے سامنے بے بس نظر آیا۔ تب ہی تو اس نے مذاکرات کی راہ اپنائی۔ طالبان نے بھی اپنی چند شرائط میں نرمی دکھاتے ہوئے ان کے مرضی کے تمام مطالبات تسلیم کیے ان کے تمام راستے مسدود کر دیے۔ مگر مذاکرات سے پیچھے ہٹنے کی امریکی پالیسی کو اب کیا نام دیا جائے؟

طالبان نے امریکا کے ساتھ مزید سر دھننے کے بجائے خطے کے ممالک کے دورے شروع کیے ہیں۔ سفارتی سطح پر کامیاب ہونے کے ساتھ افغان مسئلے کے حل کے لیے طالبان نے اپنی جدوجہد کو مزید تیز کر دیا ہے۔ عوام نے طالبان کے مطالبے پر انتخابات میں شرکت سے انکار کر کے طالبان سے امن کی امیدیں وابستہ کی ہیں۔ طالبان بھی ان کی نمائندگی کرتے ہوئے ان کے مفاد کی خاطر اس طویل جنگ کے خاتمے کے لیے افغانستان کے ہمسایہ ممالک سمیت مقتدر قوتوں کے ساتھ مسلسل رابطے میں ہیں۔ طالبان کا پاکستان کا پہلا دورہ بھی کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ پر بجلی بن کر گرا۔ میڈیا پر اس کی خوب مخالفت کی گئی۔ ان سفارتی رابطوں سے بھی دشمن سخت پریشان اور انتخابات میں حصہ لینے والے امیدوار ایک غیر یقینی صورت حال سے دوچار رہے۔

کٹھ پتلی انتظامیہ سے جہاں اپنے عوام امن کی بھیک مانگتے نظر آ رہے تھے، وہاں وہ اپنی قوت سے ان پر جنگ کے انتخاب کے لیے اپنی توانائیاں صرف کر رہا تھا۔ اپنا سارا زور انتخابات کے انعقاد پر لگا رہا تھا۔ طالبان نے بھی مذاکرات کے ساتھ غیر ملکی ڈپلومیسی، اپنی خارجہ پالیسی اور دنیا کے ساتھ افغانستان کے مسئلے کے حل پر بات چیت کے لیے کٹھ پتلی حکومت کو بالکل بھی گھاس نہیں ڈالی۔

طالبان نے اپنے خلاف گرم سیاسی محاذ سمیت عسکری میدان میں بھی دشمن کے حربوں کو ناکام بنا کر اپنے مفاد میں تبدیل کیا ہے۔ انتخابات کے ذریعے طالبان کی جدوجہد کو دبانے میں دشمن کی ناکامی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ امریکا اور اس کے کٹھ پتلی اب مزید رسوا اور سیاسی اور عسکری میدان میں شکست کھا چکے ہیں۔

ٹرمپ کے نام

ابوانعام حقانی

افغانستان کو جنوبی ایشیا کا دل کہا جاتا ہے۔ جب افغانستان تکلیف میں ہو تو پورا ایشیا تکلیف رہتا ہے۔ جب افغانستان میں امن و سکون ہو تو پورا ایشیا امن و سکون میں رہتا ہے۔ علامہ اقبال رحمہ اللہ نے افغانستان بارے کہا تھا:

آسیا یک پیکر آب و گل است　　ملت افغاں در آں پیکر دل است

از فساد او فساد آسیا　　در کشاد او کشاد آسیا

افغانستان جغرافیائی اعتبار سے پاکستان، ایران، تاجکستان، ازبکستان، ترکمانستان اور چین کے ساتھ سرحد رکھتا ہے۔ یہ صدیوں سے ایمان اور توحید کے نور سے منور وطن ہے۔ محبت اور لگن کی مٹی سے گوندا، فقیرانہ لباس خاک زار وطن ہے۔ اپنے سینے پر سجے اونچے پہاڑوں کے ہار اور ان پہاڑوں میں شفاف پانیوں کے آبشار نگینوں کی طرح چمکتے ہیں۔ اس کی تاریخ کے دامن میں پہاڑوں جیسی عظیم جہادی داستانیں اور کارنامے محفوظ ہیں۔ تم اس وقت دنیا میں تھے ہی نہیں، جب تمہارے آباء بھی تمہاری طرح ہماری زمین پر حاکمیت کا سودا سر میں سمائے آئے تھے۔ تاریخ سے ناواقف وہ فرعون صفت ایمپائر اس سے زیادہ فوج کے ساتھ یہاں آ دھمکا تھا۔ وہ بھی تمہاری طرح سوچتا تھا کہ وہ اپنی طاقت اور دولت کے بل بوتے ہماری زمین اور دولت کو ہضم کر جائے گا۔ وہ یہاں اپنا نظام نافذ کر دے گا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ یہاں ایمان لوگوں کے خون میں رچ بس چکا ہے۔ جہادی ولولے سورج کے کرنوں کی طرح یہاں کے پہاڑوں اور دشتوں کو گرماتے ہیں۔ وہ ابھی یہاں کے فلک بوس پہاڑوں اور دروں کی ٹھنڈی آغوش میں ستائے ہی تھے کہ میوند سے ملالئی کے ٹپّے کی گونج اُٹھے۔ جہادی تیروں کی بوچھاڑ سے شیطانی کھوپڑیاں بکھر کر پامال ہوتے لگیں۔ ان کی امیدیں راکھ ہو گئیں۔ سواریاں، ٹوپیاں اور زرہ بکتر کباڑ بن گئے۔ ان کی آبائی استعماریت ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گئی۔

اگر تم نے تاریخ ٹٹولی ہے تو معلوم ہو چکا ہو گا کہ تمہارا سامنا واشنگٹن شہر یا اس کے باسیوں سے نہیں۔ تمہارا سامنا ناقابل شکست بہادر افغان قوم سے ہے۔ تمہیں شوراب حملے کی کیا خبر؟ صحرا باغ کار بم کے زلزلے کا معلوم ہے؟ تمہارا گرین ویلیج بلیک ویلیج میں کیسے بدلا تھا؟ تم نے قریب سے دیکھا ہو گا۔ یہاں حالات کچھ اور ہیں۔ یہاں وہ باغ و بہار حالت اور سو فیصد خوش حال و بحال جمہوریت بلمند کی خیالی پولیس کی طرح نظر ہی نہیں آتی۔ وہ جو تمہارے راتب خور کٹھ پتلی وہائٹ ہاؤس جا کر تمہارے سامنے نقشہ کھینچتے ہیں اور ہتھیلی پر جنت سجا کے دکھاتے ہیں، یہاں ویسا کچھ بھی نہیں ہے۔ تمہاری جارح فوج ہزاروں کی تعداد میں ہلاک ہو گئی۔ تم نے ان کے سربہ مہر تابوت دیکھے ہوں گے۔ انہیں یہاں ایک سچی باایمان قوم کی مزاحمت کا سامنا ہے۔ یہاں ان کے خلاف قوم کھڑی ہے۔ یہاں تکبیر کی آوازوں نے آزادی و ایثار سے محبت کرنے والی وہ نوجوان نسل اٹھا دی ہے کہ تمہارے ہی بقول تمہاری گوری فوج کا اتنا طویل مقابلہ کسی قوم نے نہیں کیا۔ عجیب تو یہ ہے کہ اٹھارہ سالوں میں تمہاری جارح فوج نے یہاں کسی قسم کی وحشت اور ظلم سے دریغ نہیں کیا۔ یہاں اپنی پوری قوت اور ترقی یافتہ ٹیکنالوجی کا استعمال کیا۔ یہاں کروز سے لے کر مدر آف بم تک ہر اسلحہ استعمال کیا۔ یہاں ہزاروں انسانوں کو تشدد کا نشانہ بنایا۔ انہیں سیاہ پنجروں کے پیچھے دھکیلا گیا۔ الحمدللہ! تمہاری پوری طاقت اور دولت کے استعمال کے باوجود ہماری مزاحمت مزید مضبوط اور جوان ہوئی ہے۔ تمہیں سمجھ لینا چاہیے ہماری مزاحمت اب صرف عمرِ بلوغ تک پہنچی ہے۔ جوانی اور بانکپن کا دور ابھی آنے والا ہے۔ تم اب بھی اگر پرانے نشے میں چور ہو تو نئے تابوتوں کی وصولی کے لیے تیاری کرو۔ ہم اللہ تعالی کی نصرت سے اپنے ملک کی آزادی کے لیے تمہارے خلاف جہاد مزید سو سال بھی جاری رکھ سکتے ہیں۔ ان شاءاللہ

تم ہمیں غلط سمجھے ہو! تم اور تمہارے چند غلام خاندان آج نہیں تو کل یہاں سے نکل جائیں گے۔ وہ ہمیشہ کے لیے آپ کے سہارے جینا چاہتے ہیں۔ انہوں نے اپنا دین، وطن اور ضمیر چند ڈالروں کے عوض بیچ دیا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اب ان کے پاس اس زمین پر ایک بالشت جگہ بھی نہیں رہی۔ اس لیے وہ اس زمین کے مالک نہیں، دشمن ہیں۔ انہیں اب تمہارے مفاد کا دکھ نہیں ہے۔ یہ صرف اس وقت تمہارے ساتھ ہیں، جب تک تم ان کا منہ میٹھا رکھو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جو اپنی ماں (مادر وطن) سے وفا نہیں کرتے، تم سے کیسے وفا کریں گے؟ ہاں! تو ایک اور بات! آریانا وطن کا ایک عجیب طریقہ ہے۔ جو بھی یہاں قابض بن کر آیا، پہلے ان کی چمڑی اُدھیڑی، پھر ان کی کھوپڑیاں الگ کیں۔ پھر ان کے اور ان کے داخلی غلاموں کے بیچ فاصلے ڈالے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تمہارا نیم جاں ایمپائر اور اس کے غلام آخری سسکیاں لے رہے ہیں۔ تمہارے فرعونی خیالات کا دور گزر چکا۔ وہ وقت آ چکا ہے کہ تم اپنی شکست خوردہ جمہوریت اور آسیب زدہ غلاموں کو اپنی زنبیل میں ڈال کر اپنے ساتھ لے جاؤ گے۔

تمہاری ٹویٹ کے بعد مجاہدین گزشتہ ایک ہفتے میں آٹھ اضلاع میں اسلامی پرچم لہرا چکے ہیں۔ تمہاری ناپاک جمہوریت کا خاتمہ کر چکے ہیں۔ اچھی بات یہ ہے کہ مذاکرات کی وجہ سے تمہیں ملنے والی فیس سیونگ کو واپس لے لو۔ جسے تم ایک ٹویٹ کے ذریعے ختم کر چکے تھے۔ بہتر ہو گا، استعمار کے اس قبرستان سے جلد سے جلد نکل جاؤ۔ تمہاری طاقت کے تلوں میں اب تیل نہیں رہا۔ جتنا بھی اچھلو، آخر مذاکرات کی میز پر تمہیں آنا ہی ہو گا یا شرمناک شکست کے ساتھ بھاگنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔ ان شاءاللہ

عالمی استعمار کے اٹھارہ سال بعد

عبدالرحیم ثاقب

سات اکتوبر ۲۰۰۱ کو سامراجی طاقتوں نے مظلوم افغانستان پر وحشیانہ دھاوا بول دیا اگرچہ امریکا اور اس کے ہمنوا افغانی کاسہ لیس اس استعمار کی مختلف توجیہات اور اس کے لیے جواز کی راہیں تلاش کرنے میں سر کھپا رہے ہیں اور ان کی کوشش ہوتی ہے کہ اس کو کسی نہ کسی طرح نائن الیون سے جوڑے لیکن ان کی یہ توجیہہ اس لیے بے محل ہے کہ نائن الیون واقعہ سے متعلق بچہ بچہ جانتا ہے کہ اس میں کسی افغان باشندہ کا کسی طرح کوئی عمل دخل نہیں تھا۔

بہر حال جو ہونا تھا وہ ہوا استعمار کی کوشش میں افغان دنیا اور عالمی دنیا نے درندگی ،سفاکیت عالمی قوانین سے سرتابی اور جرائم کی وہ ریکارڈ مثالیں دیکھی جن سے آسمان تلے مخلوق کو کبھی مشاہدہ نہیں ہوا تھا۔

ارباب بصیرت اگر انصاف چاہے تو وہ ان جرائم کو ظاہر کر کے امریکا اور یورپ جو تمدن اور بشری حقوق کے ٹھیکیدار بنے بیٹھے ہیں ان کا اصل چہرہ دنیا کے سامنے پیش کر سکتے ہیں۔

جب حملہ کی بنیاد اور اساس نامعقولیت اور وحشت پر رکھی گئی اس میں منطقی دلائل کو نظر انداز کر لیا گیا عواقب سے چشم ہوشی کی گئی تو اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ اس کا انجام خونریز، سفاکیت سے بھرپور اور عالمی بے چینی ہوگی، خود امریکا کی ہی مثال لیجیے، اٹھارہ سال قبل اس میں جو امن اور سکھ کی فضاء تھی آج وہ مفقود ہے اور اگر ہم خود افغانستان کی مثال لے لے جس کو صرف اس لیے یرغمال بنایا گیا تھا کہ اس میں امن، آشتی قائم ہو اور دہشت گردی کا اس سے خاتمہ ہو آج دیکھ لیا جاوے کونسا امن ہے وہاں پر کونسی سکھ کی فضاء ہے؟ کونسا ایسا قانون اور مثالی نظام اس میں نافذ کر دیا گیا ہے جو وہاں کے باسیوں کیلیے باعث اطمینان ہو؟

جو مملکت کے باشندگان کے امن کیلیے مقرر ہے خود انہیں کا اعتراف ہے کہ ہم نیویارک اور واشنگٹن کے محافظ ہیں ہاں یہ الگ بات ہے کہ بدقسمتی سے نہ وہ اپنوں کی حفاظت کر سکے اور نہ ہی نیویارک اور واشنگٹن کی۔

یہی لوگ جن کو کابل انتظامیہ مختلف القابات سے نوازتے ہوئے افغان کے محافظ تصور کرتے ہیں روزانہ کی بنیاد پر سینکڑوں افغانوں کو اپنی درندگی کا نشانہ بناتے ہیں، امریکا کی وفاداری اور امریکی فوج کی حفاظت کی خاطر اپنوں کا خون کرتے ہیں۔

خود ان کے نظام کی یہ حالت کہ نظام کی بنیاد رکھنے سے لے کر آج تک اسی نظام کے رکھوالے ایک دوسرے سے دست و گریبان ہیں، ان شب و روز ہتھاپائی پر پوری دنیا ہنس رہی ہے، پر انھوں نے جینے کا سلیقہ اور ڈھنگ سیکھنا گوارا نہیں کیا۔

افغان مظلوم ملت جو معاصر عالمی عدالت اور عالمی قوانین سے محروم ہے نے اس افراتفری اور بے ثباتی سے جان چھڑانے کی خاطر انتہائی بے بسی اور ناتوانی اس استبداد اور وحشت کا تاریخی مقابلہ شروع کیا مقصد صرف یہ تھا کہ اس جبری اور طاغوتی نظام سے چھٹکارا ملے اور اپنے ناموس وعزت کا دفاع ہو جائے مگر استبدادی قوتوں نے اس غیور ملت کو مختلف ناموں سے بے دریغ قتل کیا، انہیں جیلوں میں ڈالا، ہتھکڑیاں ڈالی، مختلف الزامات لگا کر انہیں بلیک لسٹ کیا گیا مگر ان غیور ملت اس ظلم وستم کے سامنے آہنی دیوار بن کر ان کی مشن کو یکسر مسترد کر دیا، بالآخر اٹھارہ سال کے بعد بھی قوتیں مذاکرات کی دستک دینے لگی یاد رہے مذاکرات بھی ان لوگوں کے ساتھ جو اٹھارہ برس سے مسلسل ان کی وحشت کے دہانے پر ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے منفی پروپیگنڈوں کی تلواروں کے بھی سامنے تھے پر آفرین ہو ان زندہ دلوں کو کہ فوجی، منفی، تبلیغاتی اور ہر طرح کی سرگرمیوں کے باوجود دشمن کو اپنے موقف دستبردار کرنے میں کامیاب ہوے اور انہیں مذاکرات کی میز پر لا کر کھڑا کر دیا۔

مذاکرات میں توقع کے بالکل برعکس انہیں شدید سبکی ہوئی، دلیل اور منطق کے فقدان کے سبب افغانوں کا پلڑا بھاری رہا ایسے میں جب انہیں اپنے منافع سے ہاتھ دھونا پڑ رہا تھا تو وہ عقل ودانش کو لات مار کر بدمعاشی پر اتر آے۔

ان کی بدمعاشی اور اور ان کی درندگی واضح ہونے کے بعد کسی کو افغانوں کی مقاومت اور دفاع پر شک نہیں کرنا چاہیے بلاشبہ یہ ایک جائز اور بجا مبارزہ ہے جس کا حق دنیا کے ہر شہری کو حاصل ہے اور اس میں کامیابی بیشک ان غیور مجاہدین کیلیے مقدر ہوگی جو اپنا تن من دہن صرف اس لیے قربان کرتے ہیں کہ ملک وملت میں ایک اسلامی نظام قائم ہو جو مملکت کے ہر فرد کی صلاح وفلاح کا ضامن ہو اور اس کے مقابل شکست انہیں کیلیے منتظر ہے جو دلیل کو صرف نظر کر کے کسی کی ناموس وعزت کے ہتک کے متلاشی ہیں۔

ڈیموکریسی اور عوام کا فیصلہ

محسن پکتین

تقریبا دو ہفتے قبل یہاں افغانستان میں چوتھی بار جعلی انتخاب بالفاظ دیگر بیرونی سلیکشن کا عمل پوری ناکامی کے ساتھ پایہ تکمیل کو پہنچا۔ اگرچہ پہلے بھی اس بیرونی مسلط کردہ نظام کی بنیاد قومی تھی نہ اس کے سربراہان عوامی انتخاب پر آئے تھے۔ بلکہ مسلسل غیروں کی سلیکشن پر ہی ان کا تقرر ہوتا تھا۔ پھر 2014 کے الیکشن کے ڈرامہ کی ناکامی اور شرمناک شکست کے بعد جان کیری کے ہاتھوں سلیکشن نے تو بیرونی مداخلت کو عیاں سے عیاں تر کر دیا۔ اس کے باوجود سب کچھ کو عوامی ہونے کا نام دیا گیا۔

مگر اس بار بیرونی مداخلت اور واضح ہوگئی۔ اس سلسلے کے آغاز سے قبل ہی اس میں اس ملک وملت کے لیے خطرے کا واضح پیغام تھا۔ یہی وجہ تھی کہ عوام نے اس کا اجتماعی بائیکاٹ کر دیا اور نام نہاد الیکشن سمیت بیرونی قوتوں کی قائم کردہ انتظامیہ، ان کی فوج، داخلی چھوٹے اداروں، اربکی ملیشیا اور مصالحتی تحریک کے نام سے قائم جاسوس تنظیمیں، خارجہ وداخلہ امور، بیرونی وداخلی نمائندے اور دیگر حکومتی اداروں سے عوامی حمایت نکل کر رہ گئی۔ سینیٹ اور پارلیمنٹ تو پہلے بھی کبھی عوام کے منتخب کردہ نہیں تھے، اس کو جاننے کے لیے تو اتنا ہی کافی ہے۔ جی ہاں عوام نے ووٹ نہیں دیا۔ مگر دشمن کو جس چیز کا دعوی ہے اور بائیو میٹرک، غیر بائیو میٹرک، وہائٹ اور بلیک لسٹ وغیرہ کے جو نام دیے جا رہے ہیں اور جن پر "ڈاکٹروں" کے بھاوتاو کا سلسلہ جاری ہے اور ہر ایک نتائج سے قبل ہی خود کو کامیاب قرار دے رہا ہے، یہ وہ ووٹ ہیں جو سرکاری ملازمین، امیدواروں کے رشتہ داروں، ان کے چاپلوسوں اور کچھ لالچ اور دھمکیوں سے استعمال کیے گئے ہوں گے۔

مگر یہ ووٹ تعداد کی کمی اور دیگر وجوہات کے باعث الیکشن کمیشن کے اراکین اور ماہرین وغیرہ کے مطابق اگر سارے ہی ایک امیدوار کے لیے استعمال کیے جائیں تو بھی وہ انتخابی اہلیت نہیں حاصل کر سکتا۔ مگر جس شد ومد سے اور مختلف طریقوں سے اس کا پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے تو اس کے دیگر مقاصد بھی ضرور ہوں گے۔ مگر یہ پروپیگنڈا صرف اس لیے ہے کہ اس سے الیکشن کے ہونے پر یقین کرایا جائے، الیکشن سے قبل ہونے والے سارے پروپیگنڈے سچے ثابت ہوں اور اپنے منحوس اہداف تک رسائی حاصل کر سکیں اس کے علاوہ کچھ نہیں۔

اس ناکام الیکشن سے قبل دشمن جو کچھ کہتا رہا، جتنی بھی پراعتماد انداز اس کی کامیابی کے دعوے کیے، اسے ہر طرح سے آسان قرار دیتے رہے، پھر سب نے حقیقی صورت میں دیکھ بھی لیا کہ یہ سب کچھ جھوٹ اور پروپیگنڈا تھا جو بولا گیا۔ اس کی نہ کوئی حقیقت تھی نہ دشمن کو اس کی کوئی توقع تھی۔ بلکہ اسے پورا یقین اسی کا تھا جو ہوا۔ اس لیے شروع ہی سے کا زور وشور سے پروپیگنڈا کیا۔ اس بار یہ ڈرامہ اور بھی برملا اور واضح طور پر کچھ جارح ممالک کے سفارت خانوں کی جانب سے رچایا گیا۔ جس میں امریکا اور جرمنی کے سفارتخانوں کا کردار نمایاں تھا۔ اب الیکشن کے نتائج مہینے، اس سے بڑھ کر کچھ عرصے اور آخر کار سال تک بھی موخر ہو سکتے ہیں اگر انہیں جارح بیرونی ممالک نے مداخلت نہیں کی۔ ان سفارت خانوں اور وہاں رہنے والے بیرونی سفارت کاروں کا سروکار اس ڈرامے اور متعلقہ کمیشن سے ہیں۔ انہوں نے ہی کچھ امیدواروں کو امیدواری سے دستبردار کروایا، اور کچھ دیگر لوگوں کا یہ جوش ٹھنڈا کیا۔

جن امیدواروں نے بیرونی قوتوں سے وعدے کیے اور جنہیں یہ لوگ اپنے مفادات کے لیے موزوں سمجھتے ہیں انہیں کے لیے یہ سلسلہ جاری ہے۔ گلبدین جو منہ زبانی خود کو اسلامی رنگ میں رنگین رکھتے ہیں۔ کالی پگھڑی اور جہادی رہنما کے نام نے انہیں اور بھی اسلامیت کی زینت عطا کی ہے، بیرونی قوتوں نے اسلام کا مذاق اڑانے اور دین کو ذلیل کرنے کے لیے انہیں شوپیس کے طور پر سامنے رکھا ہے۔ مگر وہ بیچارہ غیروں کو دیے گئے وعدوں کی امید پر بھروسہ کر رہا ہے۔ کامیابی کے لیے درکار خوبو نہیں جانتا ورنہ داڑھی اور پگھڑی کے ساتھ وہ کیسے غیروں کا پسندیدہ بن سکتا ہے؟

اس بار اس جعلی الیکشن کی نام نہاد عوامیت کو بھی نہیں دیکھا گیا۔ ووٹ کی بڑی

تعداد دکھا کر عوامی حمایت صفر سے ممکنہ حد تک پہنچانا بھی لازمی تھا، چاہے جس قیمت پر بھی ہو، بددیانتی، دھاندلی وغیرہ جس طرح سے بھی ممکن ہو۔ کیوں کہ یہ کھیل کا آغاز سمجھا جاتا ہے جس میں عوام کی حمایت آٹے میں نمک کے برابر ہو تو بھی غنیمت سمجھی جاتی ہے۔ تاکہ پہلے بیرونی قوتیں اپنے خاص امیدواروں کے حوالے سے عوامی حمایت کی فیصدی معلوم کر سکیں۔ پھر استعمال شدہ ووٹوں کی تعداد زیادہ بتا سکیں جیسا کہ اب اس کی کوشش جاری ہے۔ مگر جب عوام نے واضح طور پر مسترد کرنے کا فیصلہ کر دیا تو اب یہ عوامی حمایت سے محروم ہی ہو چکا۔

اس بار بھی عوام کو اس جعلی سلسلے میں شرکت قابل قبول نہیں تھی۔ عوام صلح کی دہلیز پر کھڑے تھے اور امن کا قیام چاہتے تھے مگر انہیں امیدواروں نے ایک بار پھر صلح کو چھوڑ کر الیکشن کا انعقاد کروایا اور جنگ کا انتخاب کر دیا۔ یوں عوام کو ایک بار پھر جنگ میں دھکیل دیا۔ عوام ماضی کی حکومتوں سے ہی بیزار تھے اور اس سے نکلنا چاہتے تھے مگر امیدواروں نے کہا ان کے مفادات کی خاطر اسے برداشت کریں۔

امیدواروں کے پاس عوام کے مستقبل کے لیے کوئی پالیسی نہیں تھی۔ ہر ایک امیدوار زیادہ سے زیادہ ووٹ لینے کے لیے مقابل امیدواروں کی تذلیل کر رہا تھا۔ مستقبل کے منتخب صدر کی حیثیت سے صلح کے لیے کوششیں تو ان کی پالیسی میں ہی نہیں تھیں۔ یہی وجوہات تھیں جو اس الیکشن پر عوامی اعتماد کی ناکامی کا باعث بنیں۔ اس طرح غیروں کی مسلط کردہ انتظامیہ کے لیے ہونے والی سلیکشن کی کوششوں میں عوامی حمایت پر سوالیہ نشان کھڑے ہو گئے اور ان کا خاتمہ ہو گیا۔

ماضی میں بھی ووٹنگ اور ووٹرز کا انجام مسلسل غموں، دکھوں اور تکالیف سے بڑھ کر کچھ نہیں رہا۔ اب حالیہ سلسلہ مزید محرومیوں سے زیادہ کچھ نہیں دینے والا۔ وہ بھی ایسے حالات میں جب قوم طالبان کے ساتھ صلح کی دہلیز پر کھڑے ہیں اور اس کے لیے ہر قربانی دینے کو تیار ہیں۔ تاکہ عوام کو محرومیوں اور مظالم سے نکال کر خوشحالی کی جانب لے جائیں۔ دشمن اس بار اس قوم کو الیکشن کی ساری پس پردہ اور پیش پردہ تمام تر پیچیدگیاں انتہائی سادگی سے ایک انگلی پر نشان لگا کر ہضم کروانا چاہتا تھا۔ مگر اب قوم نے پچھلی باریوں سے بہت کچھ سیکھ لیا ہے۔ نام نہاد الیکشن صرف انگلی پر سیاہ نشان لگانا نہیں بلکہ پوری قوم کے خون میں ڈوب کر چہرہ پر کالک لگانا ہے۔ اسی لیے اپنے فیصلے کے بل پر اپنی آزادی غیروں کے وظیفہ خواروں سے محفوظ کروالی۔

اس جعلی سلسلے کا بائیکاٹ قوم کی وہ ملی و اسلامی ذمہ داری تھی جسے وہ کسی دلیل کی بنیاد پر بھی ہٹا نہیں سکتے تھے۔ اتنا ہی ان سے تعلق تھا اس ذمہ داری کا کہ پہلے مرحلے پر ہی دوسرے اور تیسرے مرحلے کے تمام تکالیف، الزامات اور طعن و تشنیع سے چھوٹ کر آزاد ہو گئے۔ بعد میں کیے جانے والے ماضی پر افسوس سے بھی آزاد ہو گئے۔ اب دشمن اپنے ڈراموں کو جو بھی نام دے اس کا عوام سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ قوم نے دنیا کو دکھا دیا کہ ہم نے پہلے بھی غلطی کی تھی ووٹ استعمال کر کے، اب یہ غلطی نہیں دہرائی جائے گی۔ اب اپنی قومی حمایت ہم نے ان سے اٹھالی ہے۔ اب یہ غیروں کے کٹھ پتلی ہیں اس کے علاوہ کچھ نہیں۔

مگر ایک بات یہاں کہنا لازمی ہے۔ وہ یہ ہے کہ کٹھ پتلیوں سے کئی کئی بار ہم نے یہ کہا ہے، اب بھی یہ کہتے ہیں کہ اپنی قوم اور ان کے بچوں کے خون سے بیرونی اور وہ بھی کفار ممالک کا تحفظ تم کرتے ہو اور اس راہ میں اپنے ملک کے بچوں کو تم نے فرنٹ لائن پر کھڑا کر دیا ہے۔ قوم کے یہ بچے جو جعلی وعدوں اور دعووں سے دھوکہ کھا رہے ہیں اب یہ قوم ان وعدوں اور دھوکوں میں نہیں آئے گی۔ آخر کب تک تم غیروں کی تحفظ کے لیے اپنے ہم وطنوں کا خون قربان کرتے رہو گے؟

قوم کے ان نوجوانوں سے بھی کہتے ہیں کہ آجاو اب گھر بیٹھ جاو۔ اپنے سر اور اپنی زندگی کی قدر پہچانو کہ یہ بہت قیمتی ہے۔ آرام اور اعتماد کی فضا قائم کرو۔ بیرونی قوتیں اور ان کے آلہ تمہیں اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ اب یہ یہاں سے کوچ کرنے لگے ہیں۔ جس حال میں بھی ہو تمہیں یہ چھوڑ کر جانے والے ہیں۔ پیچھے تم رہ جاو گے تو اپنی قوم کا سامنا کیسے کرو گے؟ ان بیرونی جارحیت پسندوں کی جگہ ہر جرم کا حساب بھی تم ہی سے لیا جائے گا۔ اس سے بری بات تو یہ ہے کہ اس راہ میں جس طرح بھی مارے جاو تو ماں باپ، بیوی بچے رشتہ دار تمہاری موت پر ایسا ہی واویلا کریں گے جس طرح کہ تم اپنے دوسرے ساتھیوں کو دیکھتے رہتے ہو۔

ویٹی کن کا اصل چہرہ

حسن زوی

حال ہی میں فرانس کے معروف محقق فریڈرک مارٹیل کی ایک کتاب IN THECLOSET OF THE VATICAN شائع ہوئی ہے، جس سے ویٹی کن کے مکروہ چہرے سے دنیا کو واقفیت دلائی گئی ہے۔ یہ کتاب 570 صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے مصنف نے کئی سال کی مسلسل محنت اور کوشش کے بعد شائع کیا ہے۔ یہ کتاب ایک ہزار سے زیادہ پادریوں اور ویٹی کن کے متعدد ارکان سے انٹرویوز کے بعد لکھی گئی ہے۔ مصنف نے تحقیق کے بعد واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ رومی چرچ ویٹی کن کے پادریوں کی اکثریت کی زندگیوں کے دو رخ ہیں۔ انہوں نے شادیاں بھی کی ہیں۔ ان کے بچے بھی ہیں۔ وہ طوائفوں کے ساتھ جنسی تعلقات بھی رکھتے ہیں۔ کتاب میں یہ انکشاف بھی ہوا ہے کہ ان چرچوں کے 80 فیصد پادری ہم جنس پرستی میں بھی مبتلا ہیں۔ یعنی ہر پانچ پادریوں میں سے چار ہم جنس پرست ہیں۔ برطانوی جریدے ڈیلی میل کے مذہبی صفحات کے نمائندے کانرڈ بوائڈ نے اس کتاب بارے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ کتاب ایک ایسے وقت میں منظر عام پر آئی ہے، جہاں پوپ فرانسس نے ایک اہم کانفرنس کا انعقاد بھی کیا ہے۔ کانفرنس کا انعقاد ہی اس لیے کیا گیا ہے کہ اس میں پادریوں کی ہم جنس پرستی اور بچوں اور خواتین پر جنسی تشدد کی روک تھام کے لیے پالیسی بنائی جائے۔ اس لیے ایسے وقت میں کتاب کا شائع ہونا ویٹی کن کے لیے ایک بڑا دھچکا ہے۔

برطانیہ کے ایک اور جریدے ٹیلنٹ نے اپنی ایک رپورٹ میں لکھا ہے کہ اس کتاب سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی ہے کہ جو پادری لوگوں کو ہم جنس پرستی سے نفرت کا درس دیتے تھے، خود ان کی اصلیت یہ ہے کہ ان کی اکثریت اس لت میں مبتلا ہے۔ ہم جنس پرستی کا دفاع کرنے والے ایک ااور جریدے 'پنگ نیوز' نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ پادریوں کی ہم جنس پرستیوں کو منظر عام پر لانے والا مصنف خود بھی ہم جنس پرست ہے۔ مصنف نے ویٹی کن کے پادریوں سے باقاعدہ ملاقاتیں کی ہیں۔ ان کے ساتھ رہے ہیں۔ ان کی عادات واطوار کا نزدیک سے مشاہدہ کیا ہے۔ پادریوں کے ساتھ ان کی ملاقاتیں اور انٹرویوز سے یہ ثابت ہوا ہے کہ ویٹی کن کے 1500 میں سے 1200 پادری ہم جنس پرست ہیں۔ باقی جو 300 خود کو غیر شادی شدہ قرار دے رہے ہیں، انہوں نے بھی شادیاں کی ہیں۔ ان کے چرچ کی راہب خواتین کے ساتھ جنسی تعلق کے ساتھ ساتھ طوائفوں کے ساتھ بھی جنسی تعلقات ہیں۔

فریڈرک مارٹیل لکھتے ہیں کہ کولمبیا کے پاپ کارڈینل تروجیلو نے کتاب کے منظر عام پر آنے کے بعد کہا کہ ہم جنس پرستی اور مختلف خواتین کے ساتھ جنسی تعلقات بری بات نہیں ہے۔ یہ کام پادریوں کے لیے جائز ہیں۔ اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ عیسائیوں کے پوپ کم عمر نوجوانوں اور فاحشہ خواتین کے ساتھ جنسی روابط رکھتے ہیں۔ بدلے میں بھاری رقم ادا کی جاتی ہے۔ کئی ایسے پوپ بھی ہیں، جو خود کو غیر شادی شدہ ظاہر کرتے ہیں، لیکن انہوں نے باقاعدہ شادیاں کی ہیں۔ یہ ویٹی کن کے لیے بری خبر ہے۔

دوسری جانب امریکی ریاست ٹیکساس میں بھی 5 سو ہم جنس پرست اور بدکردار پادریوں اور ان کے کلیساؤں کی فہرست سامنے آئی ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ ان پادریوں کے خلاف پولیس سے مدد طلب کی گئی ہے اور نہ ان کے خلاف کسی عدالت نے سزا تجویز کرنے کا اعلان کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے امریکا سمیت دوسرے ممالک میں بھی ہزاروں پادری ہم جنس پرستی میں ملوث ہیں۔ روم کے پوپ اپنے ان پادریوں کے برے کردار پر ہمیشہ پردہ ڈال رہے ہیں۔ انہیں یہ علم کے ہونے کے باوجود چرچ کی ذمہ داریوں سے دستبردار نہیں کرایا جاتا۔ امریکا کے معروف صحافی میگان شیٹ نے اپنی رپورٹ میں کہا کہ یہ بات یقینی ہے کہ ٹیکساس کے پانچ سو پوپ ہم جنس پرستی اور بدفعلی میں ملوث پائے گئے ہیں۔ ان کے نام منظر عام پر آگئے ہیں۔ انہیں اب اپنی ذمہ داریاں چھوڑنا پڑیں گی۔ ویٹی کن اور ٹیکساس کے پوپ ان کی پشت پناہی کرتے ہوئے انہیں تحفظ فراہم کر رہے ہیں۔ ان کا کہنا ہے پولیس کو ان کے

خلاف کسی قسم کا اقدام کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ کیوں کہ اس سے ان کے حوصلے پست ہو سکتے ہیں۔ ان کی مذہبی ساکھ متاثر ہو سکتی ہے۔ ٹیکساس ہائی کورٹ کے جج کے ترجمان مارک ریلانڈ نے بھی تسلیم کیا ہے کہ ہم جنس پرستی میں ملوث پانچ سو پادریوں کے خلاف تحقیقات ہوں گی اور نہ ان کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے گی۔ یاد رہے امریکی کلیساؤں کے پادریوں نے گزشتہ تین عشروں کے دوران جنسی تشدد کے شکار بچوں کو کئی ملین ڈالرز تاوان ادا کیا ہے۔ فرانسیسی محقق فریڈک مارٹل کی کتاب منظر عام پر آنے کے بعد کلیسا کے خلاف اٹھنے والا واویلا ختم نہیں ہوا تھا کہ روم کے کلیساؤں کے پادریوں کے بارے میں ایک اور حیران کن انکشاف سامنے آیا، جس سے ان کے غلیظ چہرے بھی دنیا کے سامنے مزید واضح ہو گئے۔

'رومی کلیسا کے ایک خفیہ تہہ خانے سے سیکڑوں انسانی جسم کی ہڈیاں برآمد ہوئی ہیں۔'

سیکڑوں انسانوں کی یہ ہڈیاں اس وقت برآمد ہوئیں، جب ایمانویلا نامی ایک 15 سالہ لاپتہ لڑکی کی تلاش کے لیے آپریشن جاری تھا، جس سے پوری مسیحی دنیا حیرت میں مبتلا ہے۔ ایمانویلا 36 سال قبل یعنی 1983 جون میں موسیقی سیکھنے کے لیے روم کے سب سے بڑے اور مرکزی کلیسا ویٹی کن آئی تھی۔ جس کے بعد وہ لاپتہ ہو گئی تھی۔ لڑکی کا خاندان اس کی تلاش کے لیے 36 سال سے کوششیں کر رہا تھا۔ روم کے کلیسا ویٹی کن سے بھی مدد طلب کی گئی، لیکن ہر مرتبہ انہیں کلیسا کی جانب سے لاعلمی کا جواب ملتا۔ ایمانویلا کی بہن فریڈریکا کہتی ہیں کہ ایک سال جون میں ہمیں ایک خفیہ پیغام کے ذریعے پتہ چلا کہ ایمانویلا کی لاش شاہ نیرو سمیت دو شہزادیوں کے ساتھ ٹیوٹونگ کے قبرستان میں دفن ہے۔ ہم نے فوراً کلیسا کے ذمہ داروں سے قبریں کھولنے کی اجازت طلب کی، لیکن اجازت نہیں ملی۔ تین ہفتے کی مسلسل کوشش کے بعد پوپ فرنسس کے خصوصی اجازت نامے کے ساتھ قبریں کھولی گئیں۔ ہمیں حیرت کا جھٹکا اس وقت لگا، جب قبریں کھولنے کے بعد پتہ چلا کہ مذکورہ قبروں میں ہماری بہن کی لاش ہے اور نہ دو شہزادیوں اور شاہ نیرو کی لاش تھی۔ تمام قبریں خالی تھیں۔ شاہ نیرو اور دو شہزادیاں انیسویں صدی میں یہاں دفن ہوئے تھے۔

بعد میں آثار قدیمہ کے ماہرین کی مدد سے رومی کلیسا میں تلاش کا آغاز کیا گیا، جس کے نتیجے میں ہم ایک تہہ خانے میں پہنچے، جس کے دروازے کو سیمنٹ کے ایک سیل سے بند کر دیا گیا تھا۔ جب ہم تہہ خانے میں اترے تو دیکھا کہ وہاں انسانی ہڈیوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ جس سے ہم ورطہ حیرت میں مبتلا ہو گئے۔ آثار قدیمہ کے ماہرین نے کہا کہ ان ہڈیوں میں بچوں، نوجوانوں اور بڑی عمر کے افراد کی ہڈیاں موجود ہیں۔ ان ہڈیوں کے ٹیسٹ اور ان کی پہچان کے لیے ہمیں دنیا کی مدد درکار ہے۔ دوسری جانب اطالوی محققین نے دعوی کیا ہے کہ یہ ان بچوں اور خواتین کی باقیات ہیں، جنہیں کلیسا کے عیاش پادریوں نے جنسی تشدد کا نشانہ بنایا اور پھر اپنا جرم چھپانے کی خاطر انہیں قتل کر کے لاش تہہ خانے میں ڈال دی۔ قوی امکان یہی ہے کہ ایمانویلا کی لاش بھی جنسی تشدد کے بعد یہاں پھینکی گئی ہے۔

ایک اطالوی مصنف امیلیانو پالڈ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ کئی سالوں سے روم کے کلیساؤں میں جنسی تشدد کا سلسلہ جاری ہے۔ جس کی سرپرستی ہمیشہ پوپ نے کی ہے۔ ہر پوپ نے عیاش اور بدکردار پادریوں کے جنسی جرائم پر پردہ ڈالا ہے۔ پوپ جان پال دوئم، پوپ بینی ڈکٹ اور پوپ فرانسس کے دور میں روم کے کلیسا جنسی بے راہ روی کے مراکز میں تبدیل ہو گئے۔ ان میں سے کسی نے بھی اس کی روک تھام کے لیے قدم نہیں اٹھایا۔ اطالوی میڈیا کے مطابق ایمانویلا سمیت دوسرے لاپتہ افراد کی تلاش میں اس لیے مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، کیوں کہ پولیس کو کلیسا کے امور میں مداخلت کی اجازت نہیں تھی۔ اب چوں کہ تہہ خانے سے سیکڑوں افراد کی باقیات ملی ہیں، اس لیے پوپ اور کلیسا کا اصل چہرہ دنیا کے سامنے آ گیا ہے۔ اے بی سی نیوز کی رپورٹ کے مطابق ویٹی کن ہمیشہ ایمانویلا کے بارے میں لاعلمی کا اظہار کرتا رہا، اب دیکھا جائے گا کہ یہ ہڈیاں کن بدنصیبوں کی ہیں۔

امریکا اور دوسرے مغربی ممالک نے اپنے مذہبی رہنماؤں اور مذہبی مراکز کو حکومتی مداخلت سے آزاد کر لیا ہے۔ ان کے مذہبی رہنما اگر چرچوں میں عورتوں اور بچوں کو جنسی ہوس کا نشانہ بنا کر قتل بھی کر ڈالیں اور لاش کسی تہہ خانے میں چھپا لیں، حکومت ان کے تمام جرائم پر خاموش رہتی ہے۔ ان کے خلاف کوئی مقدمہ قائم کرنا ضروری نہیں سمجھتی۔ دوسری جانب اگر اس کے مقابلے میں کوئی چھوٹا جرم بھی کسی مسلمان ملک کے دینی مرکز یا مذہبی رہنما سے سرزد ہو جائے تو مغربی دنیا آسمان سر پر اٹھا لیتی ہے۔ فوراً متعلقہ حکومت سے مجرم کو سزا کی بات کی جاتی ہے۔ دینی مرکز کے خلاف تحقیق کا حکم ملتا ہے۔ بعد میں یا تو وہ دینی مرکز بند ہو جاتا ہے یا حکومتی قبضے میں لا کر اس کی خود مختاری ختم کر دی جاتی ہے۔ بس یہی مغرب ہے۔ یہی اس کی اسلام دشمنی اور یہی اس کی منافقت سے بھرپور تصویر ہے۔

امن دشمن افغان حکومت

محمد جمیل باور

نائین الیون کے معاملے پر امریکا اور افغانستان کے درمیان پیدا ہونے والے تناؤ کے نتیجے میں امریکا افغانستان پر حملے کی دھمکیاں دینا شروع کر دیں۔ امارت اسلامیہ نے روز اول سے جنگ سے بچنے اور عوام کی فلاح اور خطے کے مفاد کی خاطر اس مسئلے کے سیاسی حل پر زور دیا۔ امریکا نے مذکورہ حملوں کا بہانہ بنا کر تمام بین الاقوامی قوانین کو روندا اور پر جارحیت کر دی۔ اس نے ایک اسلامی اور شرعی حکومت کا خاتمہ کیا، جس کے رد عمل میں امارت اسلامیہ نے دفاع اور آزادی کی خاطر امریکا اور اس کے اتحادیوں کے خلاف جہاد کا آغاز کیا۔ جس میں امارت اسلامیہ کو کامیابی ملی ہے۔ آزادی اور جارحیت کے خاتمے کے لیے امارت اسلامیہ مسلح جدوجہد کے ساتھ سیاسی طور پر بھی اس مسئلے کے حل کے لیے کوشاں رہی ہے۔ جس کے لیے قطر کے دارالحکومت دوحا میں دفتر کھولا گیا۔ جس کے ذریعے افغان جنگ کے خاتمے کے لیے دنیا کے ساتھ افہام و تفہیم اور اپنی پالیسی اور موقف بیان کرنے کا موقع ملتا ہے۔

کئی سالوں کی مسلسل جدوجہد کے بعد امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کے رہنماؤں نے کئی طاقتور ممالک کو اپنے سیاسی موقف سے آگاہ کیا۔ جس کے بعد ان ممالک نے بھی افغان جنگ کے خاتمے کے لیے امارت اسلامیہ کے سفارتی کوششوں کو سراہا اور کئی ممالک نے مسئلے کے سفارتی حل کے لیے تعاون کی یقین دہانی کرائی۔

اس جدوجہد کے سلسلے میں امارت اسلامیہ کے سیاسی رہنماؤں نے امریکی وفد کے ساتھ 9 مرتبہ کامیاب مذاکراتی اجلاس کیے، جس کے نتیجے میں فریقین کے درمیان ایک متفقہ معاہدہ طے پایا، جس پر اگر عمل درآمد ہو جائے تو تمام غیر ملکی افواج کو فی الفور افغانستان چھوڑ کر جانا ہوگا۔ جس کے بدلے امارت اسلامیہ یہ ضمانت دے گی کہ افغانستان سے ان ممالک پر کوئی حملہ نہیں کیا جائے گا۔ امید تھی کہ اس معاہدے پر دستخط کے لیے رسمی کانفرنس منعقد کی جائے گی، تاکہ افغانستان کی طویل جنگ اختتام کو پہنچے۔ لیکن امن کے دشمنوں نے ایک بار پھر اپنے گندے چہرے ظاہر کیے۔ ڈونلڈ ٹرمپ نے ایک ٹویٹ کے ذریعے مذاکرات معطل کر کے اپنے نمائندوں کو واشنگٹن بلا لیا۔ ٹرمپ نے مذاکرات معطل کرنے کی وجہ طالبان کی جانب سے اپنے ایک فوجی کے قتل کو قرار دیا۔ یہ محض ایک بہانہ تھا۔ کیوں کہ ابھی تک معاہدے پر دستخط نہیں ہوئے تھے اور نہ فریقین کے درمیان جنگ بندی پر اتفاق ہوا تھا۔ مذاکرات کے دوران امریکا نے جو حملے افغانستان کے معصوم شہریوں پر کیے ہیں، اس پر پچھلے شماروں میں کئی مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ اب امارت اسلامیہ کے پاس ردِ عمل کے طور پر حملے جاری رکھنے کا جواز ہے۔

امن کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ سیاسی میدان میں امریکا کی شکست، امریکا کا غیر مخلص ہونا اور امریکا کے اندر ان قوتوں کا دباؤ ہے، جن کے مفادات جنگ میں ہیں۔ دوسری جانب کابل کٹھ پتلی انتظامیہ امریکی انخلا کی صورت میں اپنی حکومت کو خطرے میں دیکھ رہی ہے۔ حکومت نے ٹرمپ کی مذاکرات مخالف ٹویٹ کا خیر مقدم کر کے افغان عوام کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ امارت اسلامیہ امن اور ترقی کے لیے کوشاں اور پُر عزم ہے۔ امارت اسلامیہ نے مذاکرات سے پیچھے نہ ہٹ کر ثابت کیا کہ ان کی پالیسی میں کسی قسم کا تشدد نہیں ہے۔ ان کے قول و فعل میں کوئی تضاد نہیں۔ وہ ملک سے غیر ملکی جارحیت کے خاتمے تک اپنی تمام تر توانائیاں سیاسی اور عسکری میدان میں لگانے کا عزم رکھتی ہے۔

امریکی دھمکیاں اور جنگ کا میدان

عبدالولی

افغانستان میں جارحیت کے باوجود امریکا کے اعلیٰ سیاسی اور فوجی عہدے دار افغان سرزمین پر خود کو غیر محفوظ سمجھتے ہوئے اعلانیہ سفر یا دورہ کرنے کی جسارت نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے جب بھی امریکا کا کوئی اعلیٰ عہدے دار افغانستان کے سرکاری دورے پر آتا ہے تو خفیہ طور پر آ کر واپس چلا جاتا ہے۔ جس کی واضح مثال 21 اکتوبر 2019ء کو امریکی وزیر دفاع مارک اسپر اور کانگریس کی صدر نانسی پلوسے کا غیر اعلانیہ اور خفیہ دورہ تھا۔ دونوں نے سیکورٹی خدشات (مجاہدین کے خوف) کے باعث اپنے دورے کی خبر کو خفیہ رکھا۔ اس دورے کے دوران امریکی وزیر دفاع کا بیان حیران کن تھا۔ وہ امریکا کی طرف سے افغان مسئلے کے پرامن حل دینے کی خوش خبری سناتے رہے اور دوسری جانب طالبان کے خلاف اپنی پرانی روش کے مطابق دھونس دھمکیاں دیتے رہے۔

غیر جانب دار سیاسی اور عسکری ماہرین افغان مسئلے کے بارے میں امریکا کے متضاد کردار کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ان کے مطابق افغانستان کے بارے میں امریکا کی تمام جدوجہد اور کارروائیاں جعلی اور محض وقت کا ضیاع ہیں۔ امریکا اس بارے اپنی کوششوں میں بالکل مخلص نہیں ہے۔ امریکا کی اس دورخی کے جواب میں امارت اسلامیہ کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے سخت ردِ عمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ 'اللہ کی نصرت و مدد سے ہمیں دنیا کی کوئی طاقت شکست نہیں دے سکتی۔ کسی کی دھمکی ہمارے عزم و ارادے کو پست نہیں کر سکتی۔' مجاہد صاحب نے کٹھ پتلی انتظامیہ کے عہدے داروں کو بھی خبردار کیا کہ وہ ہوش کے ناخن لیں۔ غیر ملکی جارحیت پسندوں کا ساتھ چھوڑ دیں۔ جس طرح یہاں انگریز کے کٹھ پتلیوں نے شکست کھائی اور تاریخ میں ان کی ذلت و رسوائی ثابت ہے۔ امریکی کاسہ لیسوں کا حشر بھی ایسا ہی ہونے والا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکا افغانستان میں شکست کھا چکا ہے۔ دنیا کے تمام غیر جانب دار دانش ور اور تجزیہ کار اس پر متفق ہیں کہ امریکا نے افغانستان میں فتح پائی ہے اور نہ حاصل کر سکتا ہے۔ اسی لیے جنگ میں شدت اور طالبان کے خلاف کارروائیاں جاری رکھنے جیسی دھمکیوں کا وقت گزر چکا ہے۔ اس طرح جنگ میں امریکا فاتح نہیں بن سکتا۔ اس سے قبل بھی امریکا کے عسکری سربراہ اس قسم کی درجنوں دھمکیاں دے چکے ہیں، جن کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ امریکی وزیر دفاع کی گیدڑ بھبکی بھی جنگ پر اثرانداز نہیں ہو سکتی۔ ہم سمجھتے ہیں اس قسم کے دھمکی آمیز بیانات سے جارحیت پسند اپنے کٹھ پتلیوں کو حوصلہ دینا چاہتے ہیں۔

ہم امریکا کو خبردار کرتے ہیں کہ جنگی جرائم اور دھمکیوں سے جنگیں جیتی جا سکتی ہیں اور نہ اس قسم کے بیانات ڈرے سہمے فوجیوں کو حوصلہ دے سکتے ہیں۔ اب حالات مکمل طور پر تبدیل ہو چکے ہیں۔

امریکا میں 2001ء والی قوت اب باقی نہیں رہی۔ افغان قوم کے فولادی عزم نے امریکا کے جعلی سپر پاور کے غرور کو خاک میں ملا دیا ہے۔ یہ نمائشی نعرے اور میڈیا کے پروپیگنڈے لوگوں کو تو بے وقوف بنا سکتے ہیں، لیکن جنگ کے میدان پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتے۔ بہتر یہی ہے خطے کی سالمیت اور امن کی خاطر اپنی فوج کو افغانستان سے نکال کر خود کو ویت نام کی طرح ایک اور ذلت اور تباہی سے بچائیں۔

امریکی فوج پر خدا کا قہر

رحیمی

'واشنگٹن ایگزامینر' نامی جریدے نے حال ہی میں ایک رپورٹ میں لکھا ہے کہ 'افغان جنگ میں زخمی ہونے والے سیکڑوں امریکی فوجی اپنے اعضائے رئیسہ سے محروم ہو چکے ہیں۔ سیکڑوں امریکی فوجی افغان جنگ میں بچے پیدانہ کرنے سکنے کی بیماری کے دائمی شکار ہوگئے ہیں۔ افغانستان میں امریکی فوجیوں کے جانی نقصانات بہت زیادہ اور حیران کن ہیں۔ سب سے زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ سیکڑوں امریکی فوجی جسم کے مختلف اعضاء گنوانے کے ساتھ جنسی لحاظ سے مکمل طور پر معذور ہو چکے ہیں۔ مذکورہ جریدے نے جوہن ہیلی کینز یونی ورسٹی اسپتال میں ان ڈاکٹروں سے انٹرویو کیے، جنہوں نے ان امریکی فوجیوں کا بڑی تعداد میں علاج اور سرجری کی ہے، جو افغان جنگ میں زخمی ہوئے ہیں۔

رپورٹ کے مطابق اب تک 1367 امریکی فوجی افغان جنگ میں زخمی ہونے کی وجہ سے اپنے جنسی اعضاء سے محروم ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ سیکڑوں امریکی فوجی نفسیاتی امراض کا شکار ہیں، جن کا علاج جاری ہے۔ جب اکتوبر 2001ء کو امریکا نے افغانستان پر جارحیت کی تو تب بھی میڈیا پر یہ خبریں گردش کرتی رہیں کہ امریکی وحشی فوجی افغان شہریوں کو بے آبرو کرنے میں ملوث ہیں۔ حتی کہ امریکی وحشی درندوں نے اپنے کٹھ پتلی جنرل رینک کے افسروں سے جنسی زیادتیاں کیں۔ یہ خبریں بھی ملتی رہیں کہ کچھ بڑے شہروں میں کالے شیشے والی گاڑیوں میں ہر رات کچھ ناخلف چند ڈالروں کے عوض لڑکیاں امریکی اڈوں تک پہنچاتے، جہاں وہ انہیں اپنی ہوس کا نشانہ بناتے۔ کئی مرتبہ امریکی اڈوں کے قرب وجوار میں قتل کی گئیں لڑکیوں کی لاشیں برآمد ہوئیں۔ چوں کہ ہر طرف امریکی ظلم وسربریت کا راج تھا، اس لیے کوئی بھی اس کے خلاف آواز نہیں اٹھا سکا۔

امریکی اڈوں میں یہ سلسلہ تب بند ہوا، جب طالبان نے ان مراکز پر فدائی حملے کر کے انہیں شدید جانی اور مالی نقصان پہنچایا۔ اس کے بعد امریکی محتاط ہوگئے۔ پھر کئی دیواروں کے پیچھے پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ اس کے بعد امریکی اڈوں میں افغانوں کی آمد و رفت پر بھی پابندیاں لگادی گئیں۔

پھر بھی امریکی فوج نے شیطانی اور حیوانی ہوس کی تسکین کے لیے کابل شہر کے نواح میں کئی فائیو سٹار ہوٹلز، شراب خانے اور گرین ولیج جیسے ریسٹورنٹ بنائے۔ انہیں اپنی عیاشی کے مراکز کے طور پر استعمال کرتے رہے۔ اس کی سکیورٹی کے لیے بھی سخت انتظامات کیے۔ وہ ان ریسٹورنٹس اور شراب خانوں میں بھی محفوظ نہیں رہے۔ وہ طالبان کے فدائی حملوں کی زد میں آگئے۔ کابل کے شہرنو، شیرپور، وزیر اکبر خان، گرین زون، میکرویان اور کابل ائیرپورٹ کے قریب بنے امریکی عیاشیوں کے مراکز پر طالبان کے مختلف اوقات میں کامیاب اور تباہ کن فدائی حملوں سے درجنوں امریکی ہلاک وزخمی ہوئے۔ اس کے بعد امریکی فوج نے خود کو اور بھی محدود کر لیا۔ کابل کے متعدد شہریوں کا کہنا تھا کہ اگر مجاہدین امریکی فوج کے شراب خانوں، نائٹ کلبوں اور ہوٹلز پر حملوں کی طرف بروقت متوجہ نہ ہوتے یا اسے جلدی اپنے عسکری اہداف میں شامل نہ کرتے تو آج کابل کا کوئی کوچہ امریکی کلبز اور عیاشی کے مراکز سے خالی نہ ہوتا۔ شہریوں کا کہنا تھا کہ مجاہدین نے بروقت اس فتنے کا سدباب کیا ہے۔

واشنگٹن ایگزامینر کی رپورٹ کو دیکھ کر لگتا ہے امریکی جارحیت پسند اللہ کے قہر و غضب کا شکار ہو چکے ہیں۔ دنیا میں انہیں ایسی سزا دی گئی، جس سے وہ پوری زندگی اذیت میں مبتلا رہیں گے۔ امریکی فوج حقیقت میں سطح زمین پر مسلمانوں کے ساتھ انسانیت کی بھی دشمن فوج ہے۔ امریکا دنیا کی قوموں کی آزادی اور خودداری کا دشمن ہے۔ اس کے سامنے کسی قوم وملت کے دینی اور قومی اقدار کی کوئی اہمیت نہیں۔ اس نے ابوغریب سے لے کر گوانتانامو کے بدنام زمانہ جیلوں اور افغانستان کے بگرام جیلوں میں جو انسانیت دشمن تاریخ رقم کی، اس کی مثال پوری دنیا میں نہیں ملتی۔ ہم اس بات پر مسرت کا اظہار کرتے ہیں کہ افغان سرزمین پر ہزاروں امریکی فوجیوں کے پرخچے اڑتے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ ہزاروں اس سرزمین پر اپنے جسم کے مختلف اعضاء سے محروم ہو چکے ہیں۔ اگر امریکا اب بھی اپنی حماقت جاری رکھتے ہوئے افغانستان میں جنگ کو طول دینے کی فکر میں ہے تو وہ اپنے فوجیوں کے برے انجام کے لیے بھی تیار رہے۔ مجاہدین کے تباہ کن حملوں میں جان کی بازی ہارنے کے ساتھ وہ جسم کے کسی بھی عضو سے ہمیشہ کے لیے محروم رہ کر پوری دنیا کے لیے عبرت کا نشان بن جائیں گے۔

ان شاء اللہ

ہندوستان کے مسلمانوں پر ٹوٹنے والی قیامت اور دنیا کی خاموشی

رحیمی

عالمی ذرائع ابلاغ کے ذریعے محترم قارئین کو یہ بات معلوم ہو چکی ہو گی کہ ہندوستان کی ریاست آسام میں 19 لاکھ مسلمانوں کو شہریت سے محروم کر دیا ہے۔ اب انہیں ملک سے نکالنے کی باتیں ہو رہی ہیں۔ دنیا میں ہر طرف انسانی حقوق کے تحفظ کی باتیں ہو رہی ہیں۔ غربت، بے روزگاری اور بے گھر افراد کے مسائل کے حل کے لیے کانفرنسیں منعقد کی جا رہی ہیں۔ اور پھر ہدف تک پہنچنے کے لیے بڑے بڑے منصوبے پیش کرنے کے دعوے کیے جاتے ہیں۔ مگر ان کے نتائج کچھ بھی نظر نہیں آتے۔ سرمایہ دار ممالک دن بدن سرمایہ دار ہوتے جا رہے ہیں۔ غربت کم یا ختم ہونے کی بجائے دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ بے گھر افراد کو گھر مہیا کرنے کی بات تو بہت دور کی ہے اب پوری دنیا کا یہی غریب طبقہ ہی ہے جسے ایک ایک ملک سے اپنے انہیں گھروں سے نکالنے کی کوشش کی جا رہی ہے جہاں انہوں نے اپنی زندگی کا سارا سرمایہ لگایا ہوتا ہے۔ اور اسی کو وہ اپنا سب سے بڑا مادی فائدہ سمجھتے ہیں۔

دنیا پر اس وقت جو سرمایہ داریت کا نظام مسلط ہے وہ دنیا سے سرمایہ چوس کر حاصل کر رہا ہے۔ غریب شہریوں کا دنیا کے ہر ملک میں استحصال کیا جا رہا ہے۔ غربت کے خاتمے کے تمام نعرے دھوکہ دہی کے لیے ہیں۔ ان عالمی کانفرنسوں کا انعقاد اور پھر ان میں اعلان صرف اس لیے ہوتا ہے کہ غربت کے خاتمے اور بے گھر افراد کو گھر مہیا کرنے کے نام پر محکوم سرمایہ دار ممالک سے بہت زیادہ سرمایہ اکھٹا کر لیا جائے اور مغرب کا استحصالی نظام اپنے این جی اوز چلا سکے۔ جنہیں قائم کیا گیا ہی اپنے منحوس اہداف کے حصول کے لیے ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ دنیا کے یہ محروم لوگ بے رحم سرمایہ داروں کے شدید مظالم کا شکار ہیں۔ انہیں حقوق دینے، غربت کے خاتمے اور چھت فراہم کے لیے آوازیں اٹھائی جاتی ہیں۔ مگر یہ محروم لوگ اجتماعی طور پر مارے جاتے ہیں۔ ان کی عفتیں پامال کی جاتی ہیں۔ اپنے گھروں اور علاقوں سے نکالا جاتا ہے۔ ان کے کھیت کلیان تباہ کر دیے جاتے ہیں۔ پھر یہ دنیا کیوں خاموش ہوتی ہے۔ ان تمام مظالم کا دنیا تماشہ دیکھتی ہے۔ چند مکارانہ مذمتی الفاظ کے علاوہ کوئی عملی اقدام نظر نہیں آتا۔

برما میں سرکاری بودھسٹ افواج اور عام بودھسٹوں نے 4 لاکھ سے زیادہ غریب اور بے آسرا مسلمانوں کو ہلاک کر دیا۔ ہزاروں کی تعداد میں خواتین کی عفتیں پامال کی گئیں۔ لاکھوں کی تعداد میں گھروں سے نکال کر بنگلہ دیش اور دیگر ممالک کی طرف ہجرت پر مجبور کیے گئے۔ ان کی تمام دولت چھین لی گئی۔ ان کے گھر تباہ کر دیے گئے۔ ان کی فصلیں تباہ کر دی گئیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان مسلمانوں کی شہریت بھی ختم کر دی گئی۔ برما کے یہ مسلمان اب بھی ایسے لوگ ہیں کہ جن سے اپنے ملک میں شہریت چھین لی گئی ہے۔ بنگلہ دیش سمیت دنیا کا کوئی بھی ملک اس بات پر تیار نہیں ہے کہ ان مظلوموں کو شہریت دے۔

دنیا نے ان تمام مظالم کا تماشہ کیا اور اب بھی تماشہ کر رہا ہے۔ اقوام متحدہ، یورپی یونین اور انسانی حقوق کے ادارے نے اتنی بڑی وحشت کے خلاف کچھ نہیں کیا۔ نہ برما حکومت پر کوئی پابندی لگی۔ نہ کسی نے تعلقات ختم کیے۔ نہ کوئی دباؤ ڈالا گیا۔ نہ پورے برما میں ان جرائم کی بنیاد پر کسی کو مجرم قرار دیا گیا۔ نہ کسی اس پر فوری رد عمل دکھایا۔ کیوں کہ اس ظلم کا شکار ہونے والے سب مسلمان تھے۔

اب جب کہ پوری دنیا پر یہ واضح ہو چکا ہے کہ غیر مسلم ممالک میں اقلیتوں پر جتنے بھی مظالم ڈھائے جائیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا۔ تو ہندوستان نے بھی برما

کے نقش پا پر قدم رکھنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ ریاست اسام کے 5 ملین انسان جن کی اکثریت مسلمانوں کی ہے انہیں ہندوستان کی شہریت سے محروم کرنے کا سوچا جارہا ہے۔ آسام بنگلہ دیش سے لگنے والا ہندوستان کا شمال مشرقی صوبہ ہے۔ جس میں 33 ملین 9 لاکھ انسان رہتے ہیں۔ ان میں 11 ملین سے زیادہ یعنی 34 فیصد مسلمان ہیں جن میں سے 9 ملین بنگالی یعنی بنگلہ (پرانے ہندوستانی قبیلے سے تعلق رکھتے) ہیں۔ بنگلہ قبیلے سے تعلق رکھنے والے یہ 9 ملین انسان آسام میں رہتے ہیں اور ہندوستان کی تقسیم کے وقت یہیں پر اپنے علاقوں میں رہ گئے تھے۔ ان کی اکثریت غیر تعلیم یافتہ ہے اور تقریبا سب نے زندگی کھیتی باڑی اور مویشی پالتے گذاری ہے۔

ان کا تعلق بنگلہ قبیلے سے ہے اور ہندوستان میں انہیں بنگالی کہا جاتا ہے تو ہندوستان کے متعصب ہندو انہیں یہاں کے اصل شہری قرار نہیں دیتے۔ اس لیے انہیں ہندوستان سے بنگلہ دیش نکالے جانے کی کوششیں جاری رہیں۔ ابھی جب برما کی بودھ حکومت نے وہاں کے بودھ عوام کے ساتھ مل کر ایک ملین روہنگیا مسلمانوں کو وہاں سے نکال دیا ہے اور دنیا میں اس پر کوئی رد عمل سامنے نہیں آیا تو نریندر مودی کی حالیہ متعصب حکومت کو جرات ہو گئی اور آسام سے بنگالی مسلمانوں کے نکالنے اور ان کی حیثیت ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

آل انڈیا آسام سٹوڈنٹس کے نام سے متعصب ہنود طلبہ کی تنظیم نے ہندوستان سے بنگالی مسلمانوں کے نکالنے کے لیے 1979 میں تحریک شروع کر دی۔ جو 1983 میں زور پکڑ گئی۔ مسلمانوں پر بہت سے حملے ہوئے جن میں ڈھائی ہزار سے زیادہ مسلمان شہید ہو گئے۔ راجیو گاندھی کی مداخلت پر تشدد میں کمی ہو گئی مگر ساتھ میں یہ فیصلہ بھی ہوا کہ جو 24 مارچ 1971 سے قبل آسام میں رہائش کے ثبوت پیش نہیں کرے گا ان کے نام انتخابی فہرستوں سے نکالے جائیں گے۔ یہ فیصلہ ہوا تھا مگر اس پر عمل نہیں ہوا تھا۔

مگر مودی کی حالیہ اسلام اور مسلم دشمن حکومت نے پھر بات اٹھائی ہے۔ انیس لاکھ مسلمانوں کے نام انتخابی فہرست سے نکال دیے گئے ہیں۔ ان کی شہری حیثیت ختم کر دی گئی ہے اور انہیں غیر قانونی خانہ بدوش قرار دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہیں اپنے گھروں میں نظر بند کر دیا گیا ہے۔ 12 جیلیں بنائی گئی ہیں۔ اور ممکنہ مظاہروں سے نمٹنے کے لیے 80 ہزار پولیس اور 20 ہزار فوج آسام بلائی گئی ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ آسام سے دو ملین افراد کے نام انتخابی فہرستوں سے نکال دیے گئے ہیں۔ مگر بھارتی میڈیا خود یہ تسلیم کر رہا ہے کہ یہ تعداد 5 ملین تک پہنچ سکتی ہے۔ مگر مودی حکومت نے عالمی اور اندرونی رد عمل سے بچنے کے لیے ابھی یہ تعداد کم ظاہر کی ہے۔ شہریت سے محروم افراد میں صرف عام لوگ شامل نہیں ہیں بلکہ حکومتی سرکاری اداروں میں خدمت میں مصروف، فوج اور پولیس میں ملازمتوں پر تعینات یا ریٹائرڈ لوگ بھی اس قانون سے متاثر ہیں۔ یہ سب لوگ بھی ملک سے نکالے جائیں گے۔

مگر عجیب بات یہ ہے کہ اتنے بڑے انسانی المیے کے حوالے سے پوری دنیا خاموش ہے کیوں کہ یہ مسئلہ مسلمانوں کا ہے۔ مسلمانوں کو شہریت سے محروم کیا جائے گا اور انہیں ہی گھروں سے نکالا جائے گا۔ مسلمان ہی دربدر ہوں گے اور مسلم خواتین ہی بے عفت ہوں گی۔ انسانی حقوق کے عالمی اداروں نے دو ملین انسانوں کو شہریت سے محروم کرنے پر خدشات کا اظہار کیا ہے اور اسے اس ملک میں مسلمانوں کے خلاف تعصب پر قائم اقدام قرار دیا ہے۔

آسام کے سابق وزیر اعلی ترونگو گوئی نے بھی حکومت کے اس اقدام کو نقصان دہ قرار دیا ہے اور اس پر اپنی غیر رضامندی ظاہر کی ہے۔ ظاہر سی بات ہے کہ آسام کے ان لوگوں کو بنگلہ دیش کی جانب جلاوطن کیا جائے گا۔ مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ بنگلہ دیش حکومت بھارت کے اس غلط اقدام کی مذمت بھی نہیں کرتی اور نہ دنیا سے اس اقدام کی روک تھام کا مطالبہ کرتی ہے۔

ہٹلر کا طعنہ

صارم

افغانستان پر امریکا اور اس کے اتحادیوں کی جارحیت کے خاتمے کے لیے ہونے والے مذاکرات امریکی صدر ٹرمپ نے آخری مراحل میں معطل کیے، تب سے اب تک ٹرمپ ہر فورم پر طالبان، افغانستان اور افغان جنگ کا ذکر کرتے نظر آتے ہیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے وہ اب کسی طرح ایک بار پھر مذاکرات دوبارہ شروع کرنے کے لیے راہ ہموار کر رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے دروغ گوئی اور بے جا تکلف کی وجہ سے انسان کبھی کبھار وہ کچھ کہہ جاتا ہے، جو وہ کہنا نہیں چاہتا۔ ٹرمپ کو بھی افغان جنگ نے اسی صورت حال سے دوچار کر دیا ہے۔ وہ ہر وقت میڈیا کے سامنے مسلسل جھوٹ بول رہے ہیں۔ کبھی کبھار ان کے منہ سے اپنی شکست کا اعتراف بھی نکل جاتا ہے۔ شاید ان کی سیاسی حیثیت وہ کچھ بولنے کی اجازت نہ دیتا ہو، لیکن وہ بات بلا اختیار زبان سے نکل جاتی ہے۔ حال ہی میں ایک پریس کانفرنس میں انہوں نے کہا کہ 'لوگوں کو چاہیے جنگ افغانوں سے سیکھیں۔ افغان بہترین جنگجو ہیں۔ ہم جس طرح تفریح کے لیے فٹ بال کھیلتے ہیں، طالبان تفریح کے لیے جنگ کرتے ہیں۔ امریکا کو چاہیے کہ افغانستان میں روس کے انجام سے سبق سیکھے۔'

ٹرمپ کی بے چینی سے لگتا ہے انہیں ہر رات خواب میں طالبان نظر آتے ہیں۔ اس جنگ نے انہیں جسمانی اور نفسیاتی طور پر پریشان کر رکھا ہے۔ جب سے امریکا جنگ میں مصروف ہے، تب سے اب تک اسے جنگ میں طالبان کے خلاف کوئی خاطر خواہ کامیابی نہیں ملی۔ تمام حربے استعمال کر لیے، لیکن سب ناکام ہوئے۔ آخرکار مذاکرات اور پھر مذاکرات کے معطل کرنے کا حربہ بھی کارگر نہ ہوا۔ اب واپس میدان سے راہ فرار اختیار کرنے کا یہی ایک راستہ ان کو نظر آتا ہے اور لگتا یہی ہے کہ وہ زہر کا یہ گھونٹ پی کر رہیں گے۔

مذاکرات کا آغاز ہو نہ ہو، اہم بات یہ ہے کہ یہ امریکا کے کسی عام عہدے دار کی بات نہیں ہے۔ یہ صدر کا اپنی شکست کا اعتراف ہے، جسے تاریخ کے اوراق میں محفوظ کر لیا گیا ہے۔ مادیت کے اس دور میں صرف طالبان ہی وہ قوت تھے، جو ابلیس کے تمام تر طوفانوں کے سامنے سینہ سپر رہے اور دنیا کی تمام متحدہ قوتیں مل کر بھی اس عزم کو کمزور نہ کر سکیں۔ انہوں نے اپنی جوانیاں دین اور ملک کی آزادی کی خاطر قربان کر دیں۔ کسی مالی مفاد رکھا اور نہ کسی سے مدد طلب کی۔ ماؤں نے اپنے لخت جگر دین کی خاطر قربانی دینے کے لیے وقف کیے۔ انتہائی کٹھن حالات میں بھی ان کے حوصلے پست نہیں ہوئے۔ ایسے حال میں اللہ کے ہاں پہنچے کہ اپنے یتیم بچوں اور لاچار والدین کے سوا اپنے پیچھے کچھ بھی چھوڑ کر نہیں گئے۔

دنیا کی ہر قوم طالبان کی قربانیوں، بہادری، دین سے وفاداری، سیاست اور حکومت کی تعریف کرتی نظر آتی ہے۔ وہ اس بات کی معترف ہے کہ طالبان ہی افغان قوم کے واحد نمائندے ہیں۔ ان پر دنیا نے ظلم ڈھایا ہے۔ جس کے خلاف انہوں نے علم جہاد بلند کیا ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ صرف ان افغانوں کو طالبان کے یہ امتیازات نظر نہیں آتے، جن کی آنکھیں چند ڈالروں کے عوض حق کو دیکھنے سے قاصر ہیں۔ مال و منصب نے انہیں اتنا بے حس کر دیا ہے کہ اب وہ آزادی اور غلامی کی تمیز نہیں کر سکتے۔ وہ غیروں کی غلامی کے پرچم تلے آزادی کے نعرے لگا رہے ہیں۔

ہمارے دشمن کے اعلیٰ فوجی اور سیاسی عہدے دار ہماری بہادریوں اور قربانیوں کی تعریف کیے بنا نہیں رہ سکے۔ ہمارے دشمن کے کٹھ پتلی خود کو محب وطن اور وطن کا دفاع کرنے والے کا لقب دیتے ہیں۔ وہ طالبان کو غیروں کا ایجنٹ کہتے ہیں۔ وہ دن دور نہیں، جب اپنے ملک و قوم سے غداری کے طعنے یہی امریکا اپنے کٹھ پتلیوں کو دیتا پھرے گا۔ تمہاری قدر ان کے نظر میں ایک 'ٹشو پیپر' سے زیادہ نہیں ہوگی۔ وہ دن جلد آنے والا ہے۔ امریکا نے تاریخ میں جن لوگوں کے ساتھ سب سے زیادہ جفا کی ہے، یہ وہ لوگ ہیں، جنہوں نے امریکی مفاد کی خاطر اپنے ملک و قوم سے غداری کی۔ کابل کٹھ پتلی انتظامیہ ہٹلر کا یہ قول یاد رکھے کہ 'دنیا میں سب سے پست اور برے لوگ وہی تھے، جنہوں نے اپنے ملک سے غداری کرتے ہوئے میرا ساتھ دیا۔' ہٹلر کی اس بات کو مدنظر رکھ کر کابل کے امریکی کاسہ لیس عبرت لیں۔ اسے ایک نصیحت کے طور پر یاد رکھیں۔ تاکہ کل ٹرمپ یہ نہ کہیں کہ افغانستان کے سب سے پست لوگ وہ تھے، جنہوں نے اپنے ملک پر جارحیت کے خلاف میرا ساتھ دیا۔

جنگ کے امیدوار الیکشن

احمد مختار

ٹرمپ کی جانب سے امارت اسلامیہ کے ساتھ مذاکرات کے تعطل سے قبل کچھ مبصرین کا خیال تھا کہ امریکا امارت اسلامیہ کے ساتھ مذاکرات کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کابل انتظامیہ کے ذریعے الیکشن کا سلسلہ بھی ایک منصوبے کے مطابق آگے بڑھا رہے گا۔ اسی لیے اس وقت خود مخلوط حکومت میں شریک دونوں فریق اور دیگر امیدواروں کے درمیان الیکشن کے انعقاد پر اختلافات تھے۔ اشرف غنی کے علاوہ الیکشن کے بہت سے امیدواروں کا خیال تھا کہ موجودہ سکیورٹی اور سیاسی حالات کسی صورت الیکشن کے قابل نہیں ہیں۔ اس لیے الیکشن کے بجائے امارت اسلامیہ کے ساتھ مذاکرات کا سلسلہ جاری رہنا چاہیے۔ اسی سلسلے کے تحت پہلے جنگ موقوف ہونی چاہیے اور پھر اس میں نظام کے قیام پر کام ہونا چاہیے۔ چوں کہ اس کا مطلب کابل انتظامیہ کا مکمل خاتمہ تھا، اس لیے اشرف غنی کی کوشش تھی کہ جس طرح بھی ممکن ہو، اسے روکا جائے۔ مذاکراتی سلسلہ سبوتاژ کر دیا جائے۔ اپنی کرپٹ حکومت کو دوام دینے کے لیے الیکشن کے نام پر جنگ کا سلسلہ جاری رکھا جائے۔

جس شکل میں کابل انتظامیہ الیکشن کا انعقاد کرنا چاہتی تھی اور عملاً کر کے بھی دکھادیا، اس کا صاف مطلب یہی تھا کہ یہ لوگ جنگ کا تسلسل چاہتے ہیں۔ یہ جنگ کے تسلسل کی کوشش تھی۔ یہ کوشش افغان عوام کے لیے پرامن مستحکم نظام کے قیام کی ہر گز نہیں تھی۔ افغانستان میں جنگ جاری رکھنے کے لیے پینٹاگون، سی آئی اے اور امریکی جنگ پسند جنرلز بھی متفق تھے۔ اس لیے انہوں نے ٹرمپ کو بھی راضی کر لیا کہ امارت اسلامیہ کے ساتھ معاہدے پر دستخط سے پیچھے ہٹ جائیں۔

جب پرامن مذاکرات جاری رکھنے کے بجائے انہیں موقوف کر دیا گیا ہے۔ اس کے بدلے الیکشن کے نام پر جنگی سلسلہ شروع کر دیا گیا ہے۔ اس کا پہلا نتیجہ خود اس پروسس کے امیدواروں کے درمیان لڑائی ہو گا۔ پھر اس کا آخری حل یہ ہو گا کہ امریکی سفارت خانہ اس میں اعلانیہ مداخلت کرے گا۔ کیوں کہ الیکشن عمل کے تمام شرکا وہ کرپٹ عناصر ہیں، جن کی تمام تر سیاسی اچھل کود کا مقصد ذاتی مقاصد کا حصول ہے۔ اگر یہ میسر نہ ہو سکے تو یقیناً کوئی واپس پہاڑوں کا رخ کرنے کی دھمکی دے گا اور کوئی نظام کے بیچ جنگ اور ہنگامے تیز کرنے پر زور دے گا۔

اشرف غنی اور ان کی کرپٹ انتظامیہ دراصل جارحیت کا ہی ثمرہ ہے۔ اس لیے امریکی چاہتے ہیں، الیکشن عمل کے ذریعے جعل سازی اور دھاندلی سے اشرف غنی جیسی بے ضمیر اور بے مروت کٹھ پتلیوں کو افغان عوام پر مسلط رکھا جائے۔ اس طرح افغانستان میں جنگ جاری رہے۔ جنگ کی طوالت اگرچہ امریکا کے لیے نقصان دہ ہے، مگر امریکا سے زیادہ افغانوں کو اس کا زیادہ نقصان ہو گا۔ اسی لیے امریکا کی کوشش ہے کہ یہاں وہ تمام آپشن بروئے کار لائے جائیں، جو ان کے جنگی منافع کے ضامن ہوں۔

افغانستان ستمبر 2019 میں

احمد فارسی

نوٹ: یہ تحریر صرف ان واقعات اور نقصانات پر مشتمل ہے۔ جن کا دشمن نے بھی اعتراف کیا ہے۔ مزید اعداد و شمار دیکھنے کے لیے امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ ملاحظہ فرمائیں۔ ستمبر مختلف نوعیت کے واقعات سے بھرا ہوا رہا۔ اس ماہ مسلح اور سیاسی جدوجہد عروج پر رہی۔ اس ماہ کے آخر میں امن مذاکرات آخری مرحلے پر پہنچے اور پھر ناکامی کے ساتھ اختتام پذیر ہوئے۔ مسلح جدوجہد سے متعدد اضلاع مجاہدین کے زیر کنٹرول آئے۔ نام نہاد صدارتی انتخابات بھی مخصوص انداز میں اور عوام کی دل چسپی کے بغیر ہوئے۔ جس کے منفی نتائج آئندہ دیکھے جا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس ماہ دشمن کو زیادہ جانی نقصان ہوا۔ ان واقعات سے متعلق مکمل تفصیلات آپ کی خدمت میں پیش ہیں:

فوجی ہلاکتیں:

یکم ستمبر کو صوبہ اروزگان کے دارالحکومت ترین کوٹ میں کم از کم تین امریکی فوجی ہلاک ہوگئے۔ 2 ستمبر کو کابل میں فوج کے حساس علاقے گرین ولیج کیمپ پر مجاہدین نے ہلاکت خیز حملہ کیا، جس میں 200 سے فوجی زیادہ ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ اسی روز مجاہدین نے صوبہ غور کے وسط میں ایک ڈرون طیارہ مار گرایا۔ 5 ستمبر کو دارالحکومت کابل میں مجاہدین کے حملے میں 12 امریکی مارے گئے۔ اسی روز صوبہ لوگر میں بھی مجاہدین کے حملے میں متعدد فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ 19 ستمبر کو مجاہدین نے صوبہ لوگر میں امریکی فوج پر حملہ کیا، جس سے 8 فوجی ہلاک ہوگئے۔ 23 ستمبر کو قندھار ایئرپورٹ میں ایک پولیس اہل کار نے امریکی فوج پر فائرنگ کر دی، جس سے 12 امریکی فوجی ہلاک ہوگئے۔ اسی طرح 30 ستمبر کو لوگر میں ایک بار پھر مجاہدین کے حملے میں 2 امریکی فوجی مارے گئے۔

افغان فوج کی ہلاکتیں:

الفتح آپریشن کے تحت آپ نے پڑھا ہوگا کہ ستمبر کے دوران دشمن پر سیکڑوں حملے ہوئے تھے، جن میں سیکڑوں سکیورٹی اہل کار ہلاک ہوگئے تھے۔ یہاں ہم صرف چند اہم واقعات کو زیر قرطاس لائیں گے۔ یکم ستمبر کو صوبہ بدخشان کے دارالحکومت فیض آباد میں ایک ظالم کمانڈر کو مجاہدین نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ 4 ستمبر کو صوبہ پکتیا کے ضلع احمد آباد کے پولیس چیف کو مجاہدین نے قتل کر دیا۔ 30 ستمبر کو غزنی پولیس چیف کا نائب صوبہ میدان وردگ میں مجاہدین کے ایک حملے میں مارا گیا۔ اسی دن ہلمند پولیس چیف کے کمانڈر کو بھی مجاہدین نے ہلاک کر دیا۔

عام شہریوں پر ظلم و تشدد:

شہریوں پر تشدد اور انہیں ہراساں کرنا امریکی اور کٹھ پتلی حکمران مجاہدین کے خلاف ہتھکنڈے کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اب نہ صرف عام لوگ، بلکہ کابل انتظامیہ کے حامی بھی ان مظالم سے محفوظ نہیں ہیں۔ اس سلسلے میں یکم ستمبر کو امریکی فوج نے اپنے کٹھ پتلیوں کی مدد سے صوبہ غزنی کے ضلع ناوہ میں دو سو سے زائد دکانوں اور عوامی املاک کو تباہ کر دیا۔ اسی روز میڈیا نے خبر شائع کی کہ صوبہ بدخشان میں افغان فورسز نے چالیس سے زائد عوامی مکانات مسمار کر دیے۔ صوبہ فاریاب کے ضلع گرزیوان میں بھی امریکی فوج کے فضائی حملے میں ایک خاندان کے بیس سے زائد افراد شہید اور زخمی ہوئے۔

2 ستمبر کو میدان وردگ کے ضلع سید آباد میں امریکی بمباری سے 12 بچے شہید اور زخمی ہوگئے۔ 5 ستمبر کو مشرقی صوبہ ننگرہار میں سفاک دشمن نے ایک کارروائی کے دوران چار بھائیوں کو نشانہ بنایا، جو اشرف غنی کے حامی تھے۔ ستمبر میں یہ قتل و غارت گری کا سلسلہ جاری تھا۔ اس سلسلے میں سب سے المناک واقعہ تب پیش آیا، جب 23 ستمبر کو ہلمند کے ضلع موسیٰ قلعہ میں شادی کی تقریب پر دشمن نے حملہ کیا، جس میں بچوں اور خواتین سمیت 93 افراد شہید اور زخمی ہوگئے۔

امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ پر شائع ہونے والی رپورٹ میں ان واقعات، حملوں اور شہری ہلاکتوں کی تفصیلات مل سکتی ہیں۔

الفتح آپریشنز:

الفتح آپریشن کے سلسلے میں مجاہدین نے ستمبر میں اہم کامیابیاں حاصل کیں۔ یکم ستمبر کو صوبہ بغلان میں مجاہدین کے خوف ناک حملوں سے اس صوبے کے

مرکز میں واقع تمام چوکیاں فتح ہوگئیں۔ اگلے روز صوبہ غزنی کے دارالحکومت میں واقع ایک چوکی مجاہدین کے حملے کی زد میں آگئی، جس میں کمانڈر سمیت تمام فوجی ہلاک ہوگئے۔ اسی دن صوبہ قندوز میں دشمن کے کمانڈوز پر ایک فدائی مجاہد نے حملہ کیا، جس میں 50 سے زائد کمانڈو ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ اسی روز کابل میں امریکی فوج کے زیر کنٹرول حساس علاقے گرین ولیج کیمپ پر فدائی مجاہدین کے حملے میں دو سو سے زائد فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔

3 ستمبر کو صوبہ تخار کے ضلع ینگی قلعہ میں مجاہدین کے حملے میں کمانڈر سمیت متعدد اہل کار ہلاک ہوگئے۔ اسی دن شدید جھڑپ کے بعد بلخ کا ضلع زارع مجاہدین کے کنٹرول میں آگیا۔ 6 ستمبر کو مجاہدین نے صوبہ فراہ کے مرکز پر شدید حملے کیے اور قندوز کا ضلع خان آباد بھی فتح کرکے اس پر سفید پرچم لہرادیا۔ اگلے روز فراہ کا ضلع انار درہ اور قندوز کا ضلع دشت آرچی بھی فتح ہوگیا۔ 8 ستمبر کو صوبہ بغلان کے ضلع گزرگاہ نور اور قندوز کے ضلع قلعہ زال پر بھی مجاہدین نے اپنا کنٹرول قائم کر لیا۔ 9 ستمبر کو صوبہ تخار کے ضلع خواجہ غار اور 10 ستمبر کو تخار کے دو اضلاع ینگی قلعہ اور درقد بھی فتح ہوگئے۔ 14 ستمبر کو صوبہ فراہ کا ضلع بالابلوک بھی فتح ہوگیا۔

12س تمبر کو مجاہدین نے کابل کے علاقے رشخور میں کمانڈوز کے مرکز پر حملہ کیا، جس میں درجنوں کمانڈوز ہلاک اور اشرف غنی کے حامیوں اور ان کے قریبی ساتھیوں کی پہچان کا سب سے اہم وقت یہی ہے۔ وہ سب ان کی انتخابی مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔ یہ لوگ بھی اشرف غنی کے ساتھ شریک جرم ہیں۔ انہیں بھی اشرف غنی کی طرح ہی سزا دینی چاہیے۔ ان میں سیاست دان، شعراء، این جی اوز کے افراد، صحافی اور کچھ علاقائی معتبرین شامل ہیں۔ ہر صوبے سے تعلق رکھنے والے ذمہ دار افراد اشرف غنی کے حامیوں کے ناموں کی فہرست ہر صوبے کے ذمہ دار مجاہدین کے حوالے کریں۔ ان کو ٹھکانے لگانے کا سب سے آسان کام ان کی ٹارگٹ کلنگ ہے۔ پشتو شعراء اور صحافیوں میں چند کے نام یہ ہیں، جو دن رات اشرف غنی کی انتخابی مہم اور ان کے ہر جرم کو جواز کی سند فراہم کرنے میں لگے رہتے ہیں: نعمان دوست، محمد یار، خوشحال خلیل اور ضیاء ودان وغیرہ۔ یہ وہ لوگ ہیں، جو کسی بھی طرح معافی کے لائق نہیں ہیں۔

زخمی ہوگئے۔ 19 ستمبر کو صوبہ زابل میں سکیورٹی فورسز کے مرکز پر حملہ کیا، جس میں متعدد سکیورٹی اہل کار ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ 21 ستمبر کو زابل کے ضلع شاہ جوئی میں افغان فوج کا ایک اہم مرکز فتح کیا گیا۔ 27 ستمبر کو صوبہ سمنگان میں درہ صوف اور فاریاب کا ضلع قرمقل بھی فتح ہوگیا۔ 28 ستمبر کو صوبہ جوزجان کا ضلع درزاب فتح کرکے اس پر امن کا سفید پرچم لہرادیا گیا۔ یہ چند واقعات مثال کے طور پر بیان کیے گئے ہیں۔ مزید تفصیل امارت اسلامیہ کی آفیشل ویب سائٹ پر ملاحظہ فرمائیں۔

امن مذاکرات:

امارت اسلامیہ کی مذاکراتی ٹیم اور امریکی ٹیم کے مابین مذاکرات کا نواں دور یکم ستمبر کو اختتام پذیر ہوا۔ امن مذاکرات کو حتمی شکل دینے کے لیے معاہدے کا مسودہ تیار کرکے اپنی قیادت سے منظوری لینے کے لیے بھجوا دیا گیا، تاہم امریکی صدر ٹرمپ نے 7 اور 8 ستمبر کی درمیانی شب ایک ٹویٹ کرکے طالبان کے ساتھ مذاکرات ختم کر دیے۔ کابل حملے میں ایک امریکی فوجی کی ہلاکت کو بظاہر جواز بنا کر امن عمل کی منسوخی کا اعلان کیا۔ اس کے بعد امریکی اور نیٹو حکام نے افغانستان میں فضائی حملوں میں شدت لانے کا اعلان کیا اور سبھی نے جنگ جاری رکھنے پر زور دیا۔ امارت اسلامیہ نے بھی امریکا اور نیٹو افواج کے خلاف جہاد جاری رکھنے کا اعلان کیا۔ سب پر واضح کیا کہ امریکی مکمل انخلا تک مقدس جہاد جاری رہے گا۔ یہ بھی واضح کیا کہ مذاکرات کے دروازے کھلے رہیں گے۔

جعلی انتخابات:

28 ستمبر کو جعلی انتخابات ہوئے، جس میں 35 ملین آبادی میں صرف 9 ملین افراد نے ووٹر لسٹوں میں اندراج کیا تھا۔ نام نہاد الیکشن کے پہلے دن کی رپورٹس کے مطابق صرف ڈیڑھ ملین افراد نے حصہ لیا اور الیکشن کا عمل دوسرے روز تک بڑھانے کے بعد مجموعی طور پر 20 لاکھ افراد نے اپنا حق رائے دہی استعمال کیا۔ اشرف غنی کے علاوہ تمام امیدواروں نے انتخابات کو جعلی اور دھاندلی زدہ قرار دے دیا۔ جب کہ ایک ماہ گزرنے کے باوجود جعلی الیکشن کے نتائج کا اعلان نہیں کیا گیا۔ تجزیہ کاروں کے مطابق انتخابی نتائج کے اعلان میں تاخیر کی بنیادی وجہ لوگوں کے جذبات کو خاموش کرنے کا حربہ ہے۔ اگر نتائج کا اعلان کیا گیا تو بڑے پیمانے پر لوگ احتجاج کریں گے۔ اس سے قبل صدارتی انتخابات میں بڑے پیمانے پر دھاندلی ہوئی تھی، جس سے ملک میں سیاسی بحران پیدا ہوا۔ اس وقت امریکی وزیر خارجہ جان کیری نے کابل انتظامیہ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور لگتا ہے کہ اس بار بھی وہی فارمولہ اختیار کیا جائے گا۔ امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے نام نہاد انتخابی عمل پر سیکڑوں حملے کیے۔ جن سے دشمن کے سیکڑوں سکیورٹی اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ عوام نے جعلی اور دھاندلی زدہ الیکشن سے بائیکاٹ کیا، جس پر امارت اسلامیہ نے پوری قوم کا شکریہ ادا کیا۔

جنگی جرائم ستمبر 2019

سید سعید

یکم ستمبر 2019 کو صوبہ فاریاب کے ضلع گرزیوان کے مرکز کے قریب افغان فوج کی بمباری میں خواتین اور بچوں سمیت 12 شہری شہید اور آٹھ زخمی ہوگئے۔ فاریاب کی صوبائی کونسل کے ممبر صبغت اللہ سیلاب نے بھی اس واقعے کی تصدیق کی تھی۔ اسی دن صوبہ ہلمند کے ضلع نوزاد کے علاقے انزر شالی میں قابض فوج کے ڈرون حملے میں دو موٹر سائیکل سوار شہید ہوگئے۔ جب کہ صوبہ اروزگان کے ضلع چہار چینو کے علاقے ساخر میں امریکی فوج اور افغان فورسز نے ایک مسجد پر چھاپہ مارا۔ جس میں پیش امام سمیت 6 طالب علم شہید ہوگئے۔ اس کے علاوہ اس ضلع کے علاقے خائی کلان میں امریکی فوج کی بمباری میں دو بزرگ شہری شہید ہوگئے۔ اسی دن صوبہ میدان وردگ کے ضلع سید آباد کے علاقے تنگی امیر قلعہ میں امریکی فوج نے عام شہریوں کے گھروں پر بمباری کی، جس میں کم از کم 12 بچے شہید اور زخمی ہوگئے۔

2 ستمبر کو امریکی فوج نے صوبہ بدخشان کے ضلع جرم کے علاقے شغچان میں ایک مسجد پر ڈرون حملہ کیا، جس میں مسجد اور تین شہری شہید ہوگئے۔ اگلے دن صوبہ ہرات کے ضلع شین ڈنڈ کے علاقے قلعہ رحم دل میں افغان فوج کی شدید فائرنگ کے نتیجے میں 3 خواتین شہید اور دو مرد زخمی ہوگئے۔ جب کہ 4 ستمبر کو صوبہ ننگرہار میں شہر جلال آباد شہر کے قریبی گاؤں 'عربی' میں افغان فورسز نے چار شہریوں 'قاضی قادر، جہانزیب زاخیل وال، صبور زاخیل وال اور بہادر زخیل وال' کو ان کے گھروں میں شہید کر دیا۔ اسی طرح صوبہ پکتیکا کے ضلع گیان میں افغان فورسز نے ایک مارکیٹ پر چھاپہ مارا، جس میں پانچ دکانیں مسمار اور چھ عام شہری شہید کر دیے گئے۔

5 ستمبر کو صوبہ اروزگان کے ضلع چہار چینو کے علاقوں سیگزی اور زمبوری میں امریکی اور افغان فوج کے چھاپے اور بمباری میں 26 شہری شہید اور تین مکانات تباہ ہوگئے۔ اسی دن صوبہ اروزگان کے ضلع خاص ارزگان کے علاقوں شیخی، نیکروز، بادینزو اور شیخان میں امریکی فوج کی بمباری سے گیارہ شہری شہید ہوگئے۔

6 ستمبر کو امریکی فوج نے صوبہ بدخشان کے ضلع وردوج میں ایک مکان پر بمباری کی، جس سے خواتین اور بچوں سمیت ایک خاندان کے 6 شہری شہید ہوگئے۔ اسی دن امریکی اور افغان فوج نے صوبہ اروزگان کے صدر مقام ترین کوٹ میں حاجی محمد نبی خان کے اڈے پر چھاپہ مارا، جس میں 19 دکانیں اور درجنوں شہری گاڑیاں جل گئیں۔ صوبہ زابل کے ضلع شاجوئی کے بازار میں امریکی فوج کے ایک فضائی حملے میں 6 عام شہری، جو ایک دکان کے سامنے بیٹھے تھے، شہید کر دیے گئے۔

7 ستمبر کو صوبہ قندوز کے مرکزی علاقوں چرخاب اور شورابی قشلاق میں افغان فوج کے حملوں میں خواتین اور بچوں سمیت دس شہری شہید اور زخمی ہوگئے۔ صوبہ پکتیا کے ضلع زرمت کے دولت خان کے علاقے میں قابض امریکی فوج کی بمباری میں دو عام شہری شہید ہوگئے۔ امریکی فوج نے صوبہ میدان وردگ کے ضلع نرخ کے حیات پل کے قریب عام گاڑی پر فضائی حملہ کیا، جس میں گاڑی مکمل تباہ اور اس میں سوار 3 شہری شہید ہوگئے۔

10 ستمبر کو مشترکہ دشمن نے صوبہ غزنی کے ضلع گیرد کے گاؤں دسی پر چھاپہ مارا، جس میں دو پیش امام سمیت پانچ شہری شہید اور دو افراد زخمی ہوگئے۔ اس کے علاوہ دو مساجد، ایک مدرسہ اور دو مکانات بھی مسمار ہوگئے۔

12 ستمبر کو صوبہ بغلان کے ضلع پل خمری کے گاؤں احمد زئی پر قابض فوج نے چھاپہ مارا۔ دو عام شہریوں کو شہید اور دس افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔ اگلے دن صوبہ جوزجان کے ضلع قرقین کے گاؤں دینار میں دشمن کے راکٹ حملے میں ایک مکان کو نقصان پہنچا اور ایک شہری شہید ہوگیا۔ صوبہ ہرات کے ضلع رباط سنگی کے علاقے گنج میں افغان فوج کی فائرنگ سے دو بچے شہید اور تین شہری زخمی ہوگئے۔ امریکی اور افغان فورسز نے صوبہ غزنی کے ضلع مقر میں عظیم الدین چیمبر، لال قلعہ اور اربیگ قلعے پر چھاپہ مارا۔ دشمن نے اربیگ قلعہ میں ایک مسجد کو جلادیا۔ ان کے گھروں کے دروازے دھماکہ خیز مواد سے توڑ دیے۔ نقدی اور قیمتی سامان لوٹ لیا۔

16 ستمبر کو صوبہ قندھار کے ضلع شاہ ولی کوٹ کے علاقے میاں پر امریکی فوج کے چھاپے میں ایک خاتون شہید اور ایک زخمی ہوگئی۔ تین شہریوں کو قیدی بنالیا گیا۔ اس چھاپے میں عام لوگوں کے دو مکان مسمار کر کے ان کی گاڑیاں جلادی گئیں۔ جب کہ 19 ستمبر کو امریکی فوج نے صوبہ لوگر کے مرکز کے قریبی علاقے کمانخیل میں ایک مسجد پر بمباری کی۔ بمباری کے بعد لوگ لاشیں نکالنے میں مصروف تھے، جن پر دوبارہ بمباری کر دی گئی۔ دونوں واقعات میں 7 افراد شہید ہوگئے۔ صوبہ ہلمند کے ضلع ناد علی کے علاقے نری ماندہ میں دشمن کے فضائی حملے میں دو بچے شہید ہوگئے۔ ننگرہار کے ضلع خوگیانی کے علاقوں وزیر اور توراوث پر امریکی فوج نے بمباری کی۔ ننگرہار کی صوبائی کونسل کے ممبر اجمل عمر کے مطابق اس حملے میں 24 شہری شہید اور 30 سے زائد زخمی ہوگئے۔

22 ستمبر کو صوبہ ہلمند کے ضلع موسیٰ قلعہ کے علاقوں کنجک اور شوارزو میں امریکی فوج اور افغان اجرتی فورسز کے چھاپے اور بمباری میں 93 شہری شہید اور زخمی ہوگئے۔ اس واقعے میں اکثر خواتین اور بچے شامل تھے۔ کابل انتظامیہ نے دعویٰ کیا کہ اس کارروائی میں طالبان کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا گیا ہے۔ جب کہ عام شہریوں، قبائلی عمائدین اور ہلمند صوبائی کونسل کے ممبروں نے کہا کہ یہ حملہ شادی کی ایک تقریب پر کیا گیا، جس کے باعث بڑی تعداد میں ہلاکتیں ہوئی ہیں۔ اسی طرح شادی کی تقریب میں شریک درجنوں شہریوں کے علاوہ تین گاڑیاں اور چھ مکانات بھی تباہ ہوگئے۔

24 ستمبر کو امریکی اور افغان فورسز نے صوبہ غزنی کے ضلع شلگر کے جوئی چہار گاؤں پر چھاپہ مارا، جس میں دو مساجد اور ایک مکان تباہ ہوگیا۔ دو خواتین سمیت چار شہری شہید اور زخمی ہوگئے۔ جب کہ 28 ستمبر کو صوبہ غزنی کے ضلع خواجہ عمری کے گاؤں حاجی پر ڈرون حملے میں 6 شہری شہید ہو گئے۔ اسی طرح 29 ستمبر کو صوبہ غور کے ضلع چارسدی کے علاقے قلعہ گوہر میں افغان فوج کی بمباری میں ایک مسجد شہید اور مقامی لوگوں کو مالی نقصان پہنچایا گیا۔ اگلے دن صوبہ زابل کے ضلع شاہ جوئی کے گاؤں گاڈو میں افغان اہل کاروں کی فائرنگ سے چار شہری شہید اور زخمی ہوگئے۔

ذرائع: بی بی سی، آزادی ریڈیو، افغان اسلامک پریس، پژواک، خبریال، لراو بر، نن ڈاٹ ایشیا اور دیگر ویب سائٹس۔

ماہ ستمبر 2019 میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	ایجنٹوں کی ہلاکتیں	ایجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	شہریوں کی جانی
-1	قندھار	157	0	12	1	283	41	51	2	0	0
-2	ہلمند	236	0	0	0	289	245	47	22	14	0
-3	زابل	102	0	0	0	273	27	46	3	6	0
-4	روزگان	52	0	3	0	109	51	13	8	8	1
-5	ہرات	52	0	1	2	76	66	15	5	5	0
-6	فراہ	60	0	0	0	55	21	12	13	7	0
-7	بادغیس	27	0	0	0	42	72	2	3	3	0
-8	نیمروز	18	0	0	0	13	5	6	0	0	0
-9	غور	19	0	0	0	26	39	13	2	4	0
-10	فاریاب	27	0	6	0	80	70	1	3	7	0
-11	کونڑ	21	0	0	0	12	8	2	0	0	0
-12	نورستان	9	0	0	0	6	9	2	0	0	0
-13	غزنی	107	0	0	0	138	78	20	0	0	0
-14	خوست	49	0	0	0	20	25	3	0	0	0
-15	میدان وردگ	84	0	0	0	161	51	67	1	1	0
-16	لوگر	39	1	4	4	77	59	20	2	0	1
-17	کاپیسا	38	0	0	0	39	32	4	0	0	0
-18	پکتیا	104	0	0	0	140	155	26	0	3	0
-19	پکتیکا	43	0	0	0	65	41	10	0	0	0
-20	ننگرہار	42	0	0	0	23	33	3	0	0	0
-21	لغمان	27	0	0	0	10	16	3	0	0	0
-22	کابل	64	4	25	20	90	177	41	8	0	4
-23	پروان	43	1	0	0	58	36	13	1	0	1
-24	قندوز	58	1	0	0	226	163	25	3	3	0
-25	بغلان	34	0	0	0	62	46	20	0	0	0
-26	تخار	20	0	0	0	81	42	12	0	0	0
-27	سمنگان	8	0	0	0	9	1	1	0	0	0
-28	بدخشان	9	0	0	0	39	7	1	0	0	0
-29	جوزجان	13	0	0	0	67	8	2	0	0	0
-30	بلخ	48	0	0	0	96	56	31	0	0	0
-31	بامیان	7	0	0	0	8	4	1	0	0	0
-32	سرپل	10	0	0	0	6	7	0	0	0	0
-33	دای کنڈی	10	0	0	0	5	17	2	0	0	0
-34	پنج شیر	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0
مجموعہ		1637	7	51	27	2684	1708	515	76	61	7

SHARIAT Monthly Islamic Magazine
8th Year October 2019

جہاد اور بابرکت غنیمت

اللہ کے نام پر لڑی جانے والی جنگیں انسانیت کے لیے اُن بہاروں اور خوشیوں کا پیش خیمہ ہوتی ہیں، جن کی انسان کو روزِ اوّل سے چاہت رہی ہے۔ یعنی اللہ کی زمین پر اللہ کے نظام کا نفاذ اور پُر امن زندگی!

جہاد کا اصل مقصد بھی یہی ہے۔ اسی ضمن میں مجاہدین کو کفار سے حاصل ہونے والی غنیمتیں وہ خوشیاں ہیں، جو اللہ تعالی کی جانب سے دنیاوی طور پر مسلمانوں کے لیے ایک پاکیزہ اور برکت والا مال قرار دے دی گئی ہیں۔

زیرِ نظر تصویر انہی غنیمتوں کی ہے، جو اللہ نے مجاہدین کو عطا فرمائی ہیں۔